164

مدینہ مدینہ

ہدیہ: 40 روپے

اُمّت کا محسن

مدینہ... مدینہ

اُسوۂ حسنہ

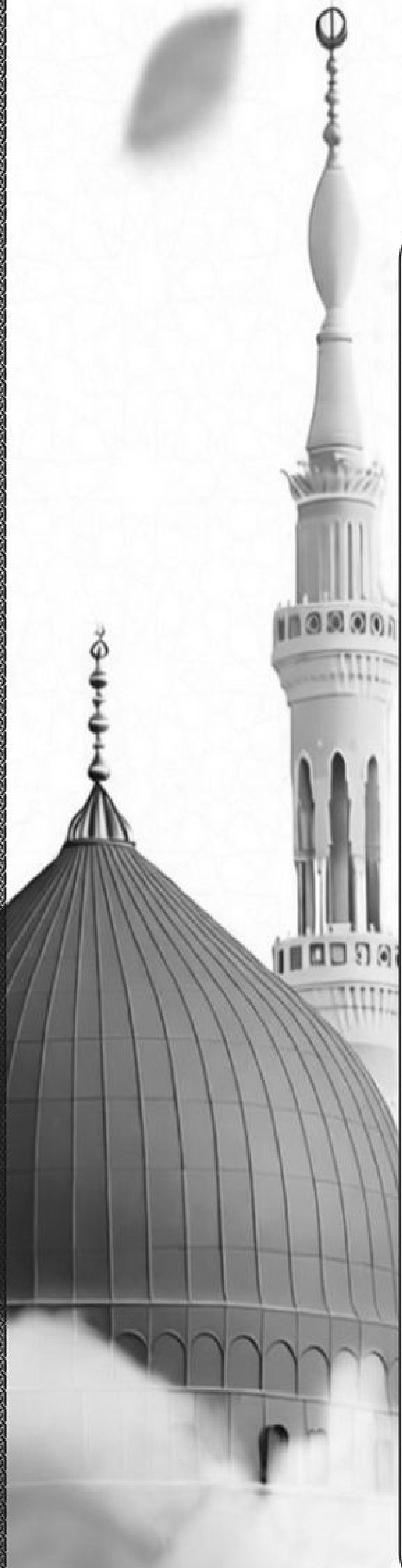

نعتِ رسول ﷺ

وردِ زباں ہے نام پیمبر خدا کے بعد
لکھتا ہوں نعتِ پاک میں حمد و ثنا کے بعد

ذی شان انبیاء ہیں مگر مصطفیٰ ﷺ کے بعد
سب سے عظیم ذاتِ نبی ﷺ ہے خدا کے بعد

لبہائے بے کساں پہ تبسم مچل گئے
تشریف آوریِ شہِ دو سرا کے بعد

رخصت پذیر ہوگئی باطل کی تیرگی
شہرِ عرب میں آمدِ شمس الضحیٰ کے بعد

دہقاں عرب کے بن گئے سرخیل کارواں
وابستگیِ دامن خیر الوریٰ کے بعد

ذاتِ نبی ﷺ پہ بابِ نبوت ہوا ہے بند
آئے گا اب نہ کوئی نبی مصطفیٰ ﷺ کے بعد

امت میں سب سے افضل و اعلیٰ عتیق ہیں
صدیق جیسا کوئی نہیں انبیاء کے بعد

دنیا میں اور رونق اسلام بڑھ گئی
بہرِ عمر نبی کی قبولِ دعاء کے بعد

کوئی سخی ہوا نہ سخاوت میں بے نظیر
عثمان جیسے پیکرِ جود و سخا کے بعد

تاریخ کہہ رہی ہے شجاعت میں بے مثال
پیدا ہوا نہ کوئی جری مرتضیٰ کے بعد

احسنؔ تیرا اثاثہ نعتِ رسولِ پاک
عقبیٰ میں کام آئے گا تیری قضا کے بعد

اللہ تعالیٰ سب سے اچھی...... سب سے اعلیٰ...... سب سے اونچی...... اور سب سے زیادہ...... جزائے خیر عطاء فرمائیں...... حضرت سیدنا ومولانا محمد ﷺ کو......

...''جَزَى اللّٰهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ''...

حضرت سیدنا ومولانا محمد ﷺ...... مخلوق میں ہمارے سب سے بڑے مُحسن...... سب سے عظیم رہنما...... پوری کائنات کے مُحسن...... ساری انسانیت کے مُحسن...... جنات کے مُحسن...... ہمارے سب سے زیادہ محبوب...... ہمارے سب سے بڑے ہمدرد اور شفیق...... اُن کے ہم پر اتنے احسانات کہ شمار کرنا ناممکن...... اس لیے دل سے دعاء نکلتی ہے......

...''جَزَى اللّٰهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ مَا هُوَ اَهْلُهُ''...

اللہ تعالیٰ ''جزاء'' عطاء فرمائیں...... ہماری طرف سے...... حضرت محمد ﷺ کو...... وہ جزاء اور بدلہ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہو...... یا...... وہ جزاء اور بدلہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان کے مطابق ہو...... سبحان اللہ! کیسی میٹھی، پیاری اور مزیدار دعاء ہے......

...''جَزَى اللّٰهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ''...

اللہ تعالیٰ...... احسان ماننے والوں سے خوش ہوتے ہیں...... اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے لیے دعاء مانگنے والوں سے خوش ہوتے ہیں...... حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر ہمارا کون مُحسن ہے؟......

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا اور کون محبوب ہے؟...... اس لیے بڑی شاندار دعاء ہے...... اور اس دعاء کے اندر ہی ہم...... صلوٰۃ و سلام کا اضافہ بھی کر سکتے ہیں...... اور صلوٰۃ و سلام...... اس دعاء سے بھی بڑی دعاء ہے...... وہ تو ''دعاء محبت'' ہے...... ہر حال میں قبول...... ہر لمحے مقبول......

...''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ''...

سوشل میڈیا کے ''متحدثین'' کے سامنے عاجزی سے اقرار ہے کہ...... یہ دعاء جن روایات میں آئی ہے...... وہ ضعیف ہیں...... ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض اوقات بڑی مضبوط...... اور قیمتی چیزیں...... کمزور اور ادنیٰ غلافوں میں ہوتی ہیں...... مگر اہل ذوق...... اور اہل دل انہیں پہچان لیتے ہیں...... ایک بزرگ عالم دین...... حرم شریف میں کعبہ شریف کے سامنے بیٹھے فرما رہے تھے کہ...... اگر ''ضعیف احادیث'' کو دین سے نکال دیا جائے تو...... بہت تھوڑا دین اُمت کے پاس رہ جائے گا...... اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ...... قرآن مجید...... اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں...... ضعیف احادیث کو (نعوذ باللہ) ترجیح دی جائے...... بلکہ مطلب یہ ہے کہ...... دین پر عمل کے لیے بہت کچھ دیکھنا پڑتا ہے...... اور ''احادیث ضعیفہ'' کے لیے بھی...... اہل علم کے پاس...... ایک پورا ضابطہ اور نظام موجود ہے...... ہمارے شیخ حضرت مفتی ولی حسن صاحب نور اللہ مرقدہ...... بڑے راسخ فقیہ اور مضبوط محدّث تھے...... حدیث شریف پر اُن کی نظر اور علم کا یہ عالم تھا کہ...... محدّث العصر حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ...... نے اپنی کتاب ''معارف السنن'' اُن کے حوالے فرما دی تھی کہ...... اس میں سے جو چاہیں باقی رکھیں...... جو چاہیں حذف کر دیں...... حضرت شیخؒ فرماتے تھے...... ضعیف احادیث اگر نعوذ باللہ بے کار ہوتیں تو...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ...... اپنی کتابوں میں اُن کو کیوں نقل فرماتے؟...... صحیح بخاری کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی باقی تصانیف میں...... احادیث ضعیفہ موجود ہیں...... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الادب المفرد'' کے بہت قائل، معترف اور داعی تھے...... فرماتے تھے بڑی لاجواب کتاب ہے...... اور اس میں ''احادیث ضعیفہ''

بھی ہیں...... حضرت شیخؒ اپنے شاگردوں کو...... ’’الادب المفرد‘‘ کے مطالعہ کی مکرر تلقین فرماتے رہتے تھے...... بندہ بھی علماء کرام اور طلبہ کرام سے عرض کرتا ہے کہ...... ’’الادب المفرد‘‘ کو کم از کم ایک بار ضرور پڑھ لیں...... آپ ان شاء اللہ...... اپنے اصل رہنما، اصل قائد اور سب سے بڑے محسن...... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور زیادہ قریب ہو جائیں گے...... اور پھر آپ کے دل سے یہ دعاء نکلے گی......

... ’’جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ‘‘...

بندہ ایک بار پہلے اپنے ایک مفصل مضمون میں...... اس دعاء پر تفصیلی کلام کر چکا ہے...... اس میں اس کے الفاظ پر بھی بات کی تھی...... مثلاً یہ کہ...... ’’ما ھو اھلہ‘‘ ہے...... یا...... ’’بما ھو اھلہ‘‘......؟ خلاصہ یہ کہ دونوں طرح آیا ہے...... آپ اپنے ذوق کے مطابق جس طرح چاہیں پڑھ لیا کریں...... اسی طرح یہ معاملہ بھی اختیاری ہے کہ...... ’’محمدا‘‘ پڑھیں...... یا ’’سیدنا محمداً‘‘ پڑھیں...... مگر جب بھی پڑھیں...... سمجھ کر پڑھیں...... توجہ سے پڑھیں...... ذوق وشوق سے پڑھیں...... احسانات کے احساس میں ڈوب کر پڑھیں...... الفاظ کو دل اور دماغ میں لے کر اُن کا لطف و مزا لے کر پڑھیں......

... ’’جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم مَا ھُوَ اَھْلُہٗ‘‘...

’’جَزَی‘‘ کے معنیٰ جزاء عطاء فرمائے...... ’’اللّٰہُ‘‘ اللہ تعالیٰ...... ’’عَنَّا‘‘ ہماری طرف سے...... ’’مُحَمَّدًا‘‘ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو...... ’’مَا‘‘ ایسی ’’ھُوَ‘‘ وہ...... ’’اَھْلُہٗ‘‘ ...... جس کے وہ اہل ہیں...... کبھی حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ کی ’’قبر‘‘ پر حاضری ہوتی ہے...... تو وہاں بندہ...... اسی دعاء کے ذریعہ ’’درود و سلام‘‘ پڑھ کر...... اُن کو ایصال ثواب کرتا ہے...... وجہ یہ ہے کہ بچپن سے ہی اُن کی یہ آواز ہمارے کانوں میں گونجتی رہی

... ’’جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم مَا ھُوَ اَھْلُہٗ‘‘...

بات قبرستان اور ایصال ثواب کی چل پڑی ہے تو یہ بھی سنتے جائیں کہ...... حضرت شیخ خواجہ عبید اللہ احرار نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ...... نے ’’قبر‘‘ پر حاضری اور ایصال ثواب کا بہت جامع اور نافع طریقہ ارشاد

فرمایا ہے......گذارش ہے کہ...... اگر آپ حضرت خواجہ احرار نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہیں ہیں تو کبھی وقت نکال کر اُن کے کچھ حالات زندگی...... اور اُن کے چند مبارک اقوال ضرور پڑھ لیں...... اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اُن سے ''قلبی محبت'' عطاء فرمائی ہے...... یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا احسان مبارک ہے کہ...... اُن کی اُمت میں ایسے ایسے اولیاء کرام اور مجاہدین گذرے ہیں کہ...... جن کے حالات زندگی میں......زندگی......اور جن کے اقوال میں...... بڑے پرنور احوال ہیں......

... ''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم مَا ھُوَ اَھْلُہٗ''...

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت 806 ہجری (مطابق 1404ء) میں ہوئی......آپ کا اسم گرامی ''عبید اللہ'' اور لقب ''ناصر الدین'' ہے......مگر ''احرار'' کے لقب سے زیادہ مشہور ہوئے...... ''احرار'' کا معنیٰ ''آزاد''...... اور اہل دل کے نزدیک ''احرار'' وہ ہے جو...... اللہ تعالیٰ کی غلامی میں ایسا پورا اُترے کہ ''غیروں'' کی غلامی سے...... مکمل طور پر آزاد ہو جائے......

''بڑی مشکل سے پیدا اک وہ آدم زاد ہوتا ہے
جو خود آزاد جس کا ہر نفس آزاد ہوتا ہے......''

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھنے بیٹھوں تو بڑا تفصیلی کام ہے...... اللہ تعالیٰ نے اُن کو بڑی قبولیت و مقبولیت عطاء فرمائی تھی...... حضرت شیخ عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی......حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے...... حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت مطہرہ پر دل و جان سے محنت کرتے تھے...... وہ فرماتے تھے کہ...... اگر میں پیری مریدی کروں تو کسی اور پیر کو مرید میسر نہ آئیں...... مگر میرے ذمے دوسرا کام لگایا گیا ہے اور وہ ہے......شریعت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترویج و اشاعت...... یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام و سنتوں کو زندہ اور جاری کرنا......

... ''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ''...

بات یہ چل رہی تھی کہ...... حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ایصال ثواب'' کا ایک مختصر اور جامع نصاب ارشاد فرمایا ہے...... قبر پر حاضری کے بعد مسنون سلام ہو...... جیسا کہ حدیث شریف میں آیا

ہے...... پھر ایک بار سورۃ فاتحہ، ایک بار آیۃ الکرسی، بارہ بار سورۃ اخلاص اور دس بار درود شریف...... یہ پڑھ کر اس کا ثواب ''صاحب مزار'' کے لیے ''ہدیہ'' کر دیا جائے...... اور دور سے ''ایصال ثواب'' کے لیے بھی یہ ''نصاب'' بڑا مفید اور جامع ہے...... مگر کسی وفات پانے والے سے زیادہ قلبی تعلق ہو تو...... اس میں مزید ''ہدایا'' بھی شامل کرنے کی خواہش اُبھرتی ہے...... مثلاً سورۃ یٰس، سورۃ التکاثر...... کلمہ طیبہ وغیرہ...... ویسے گذارش ہے کہ...... قبرستان جایا کریں...... وہاں حقیقت ہی حقیقت نظر آتی ہے...... اور وہاں جانے والوں کے بڑے بڑے مسائل...... اللہ تعالیٰ حل فرما دیتے ہیں...... کیونکہ وہ جگہ ''ایوان حقیقت'' کے قریب ہوتی ہے...... اور انسان کے زیادہ مسائل...... اس کی اپنی ''خواہشات'' کے حوالے سے ہوتے ہیں...... خواہشات جتنی کم ہوں...... مسائل اُتنے کم ہو جاتے ہیں...... اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ...... ہم قبروں پر جایا کریں...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر حکم احسان ہے...... اور اس میں ہمارے لیے خیر ہی خیر ہے......

...''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ''...

آج کا تازہ مضمون لکھنے کے لیے...... کئی موضوع آس پاس گھوم رہے تھے...... رسالہ چونکہ پندرہ روزہ ہے...... اور پندرہ دن بہت ہوتے ہیں...... پورے تین سو ساٹھ گھنٹے...... اس لیے ہر بار نیا موضوع اور عنوان لینا پڑتا ہے...... ''القلم'' کی طرح سابقہ مضمون سے اُسے جوڑا نہیں جا سکتا...... آج بھی کئی موضوع سامنے آئے...... مگر جسم و جان پر ایک ''سنت مبارکہ'' کے اثرات چھائے ہوئے تھے...... کل سترہ ربیع الاول بروز پیر...... ''حجامہ'' کی سعادت ملی...... سر سے پاؤں تک بلیڈ کے نشانات...... مگر جسم و قلب میں ''سنت'' کا سرور...... بہت عرصہ بعد...... روٹھی ہوئی نیند بھی کچھ راضی ہوئی...... اور جسم و جان ہلکے محسوس ہونے لگے...... تب دل...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات میں ڈوب گیا...... بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ''خیر'' اپنی امت تک پہنچا دی ہے...... اب جس کی قسمت وہ احسان مانے اور فائدہ اُٹھائے......

...''جَزَی اللّٰہُ عَنَّا سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ''...

انسان اور بیماری کا آپس میں تعلق......لازم وملزوم ہے...... بیماری کے مختلف علاج...... ہر زمانے میں جاری رہے...... کچھ درست اور کچھ غلط......انسان کے لیے صحت......اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے......مگر یہ نعمت ہمیشہ نہیں رہتی......اب اس بارے حضور اقدس ﷺ کے اُمت پر احسانات دیکھیں......ایک طرف بیماری سے حفاظت کے طریقے سکھا دیئے تو دوسری طرف علاج کے لیے دعائیں...... اور دوائیں بھی ارشاد فرما دیں...... اور اس میں آپ ﷺ نے......''حجامہ'' کی طرف رہنمائی فرمائی کہ......وہ ایک بہترین علاج ہے......آپ ﷺ کے فرمان کے سامنے......ہمارا تجربہ بھاڑ میں جائے......مگر اس خوش نصیبی پر اللہ تعالیٰ کا شکر کہ...... جب بھی ''حجامہ'' کرایا تو نتیجہ اور تجربہ......خود آگے بڑھ کر......سنت مبارکہ کے قدم چومنے لگا......اور دل بے اختیار پکار اُٹھا......

...''جَزَی اللهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ مَا هُوَ اَهْلُهُ''...

مبارک ہو اُن کو......جو آج کل کی ''متعفن'' اور گلی سڑی دنیا میں ہر سنت کے نور کو پھیلانے کے لیے......محنت کر رہے ہیں......

عظیم اور محبوب نبی کی خدمت میں سلام......اور اُن کے وفادار اُمتی......مجاہدین ...... اور داعیوں کو سلام......

...''جَزَی اللهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا ﷺ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ''...

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

قرآن کے سائے میں

سورۃ البقرۃ (آیت ۱۱۴)

حوالے:

(۵) عذاب آخرت کا تجربہ تو آخرت ہی میں ہوگا باقی دنیا میں ان لوگوں کی ذلت اور رسوائی کا مشاہدہ تو چندروز میں سب کو ہوگیا، یہود، مشرکین، منافقین سارے اعدائے اسلام جزیرہ عرب میں اور اس کی سرحدوں میں دیکھتے ہی دیکھتے نیست و نابود ہو کر رہے اور قرآن مجید کی پیش گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی (تفسیر ماجدی)

(۶) اولئك ماكان لهم ان يدخلوها الاخائفين خبر بمعنى الامر اى خيفوهم بالجهاد فلا يدخلها أحد آمناً (جلالین)

ان لوگوں کا حق نہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔ یہ جملہ خبریہ امر کے معنیٰ میں ہے کہ مساجد کو ویران کرنے والوں کو جہاد کے ذریعہ ڈراؤ تاکہ وہ ان میں امن سے داخل نہ ہوسکیں۔

(۷) لهم فى الدنيا خزى قيل القتل للحربى، والجزية للذمى، عن قتادة والسُّدّى: الخزى لهم فى الدنيا قيام المهدى، وفتح عمورية و رومية و قسطنطنيه، وغير ذلك من مدنهم ... ومن جعلها فى قريش جعل الخزى عليهم فى الفتح (القرطبی)

مساجد ویران کرنے والوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ یعنی حربی کافر کے لئے قتل اور ذمی کے لئے جزیہ، قتادہ اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ دنیا میں ان کی (عمومی) رسوائی قیام مہدی سے ہوگی اور ان کے شہروں مثلاً عموریہ رومیہ اور قسطنطنیہ کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے سے۔ اور جن حضرات کے نزدیک یہ آیت قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے دنیا کی رسوائی سے فتح مکہ مراد لی ہے۔

(۸) لهم فى الدنيا خزى اى عظيم بقتل ابطالهم وأقيالهم و كسر اصنامهم وتسفيه احلامهم واخراجهم من جزيرة العرب التى هى دار قرارهم ومسقط رُءُوسِهم او بضرب الجزية على اهل الذمة منهم (روح المعانی)

ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔یعنی بہت بڑی رسوائی کہ ان کے بہادروں اور سرداروں کو قتل کر دیا جائے گا، ان کے بت توڑ دیئے جائیں گے اور ان کی عقلوں کی بیوقوفی ظاہر کر دی جائے گی اور انہیں ان کے مستقر یعنی جزیرہ العرب سے نکال دیا جائے گا۔ یا ان میں سے جو ذمی ہیں ان پر جزیہ لازم کر دیا جائے گا۔

عجیب نکتہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو اس وقت مشرکین مکہ کا بیت اللہ پر قبضہ تھا اور وہ وہاں بے خوف دندناتے پھرتے تھے۔ بیت المقدس پر اہل کتاب کے کافروں کا تسلط تھا اور ان کو کسی طرح کا کوئی خوف اور خطرہ نہیں تھا۔ اور یہودی مدینہ منورہ میں جمے بیٹھے تھے اور بے خوف ہو کر مسلمانوں کو مرتد بنانے اور ان کی مساجد کو ویران کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ ان حالات میں قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس میں جو پیش گوئی فرمائی گئی اس کے پورا ہونے کے کوئی ظاہری اسباب موجود نہیں تھے۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد...... تمام حالات بدل گئے۔ بیت اللہ مشرکین سے پاک ہوگیا، مدینہ منورہ یہودیوں سے صاف ہوگیا۔ اور بیت المقدس میں اسلامی اذان گونجنے لگی۔ اور مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے والے خود خوف اور ذلت کا شکار بن گئے۔ الحمد للہ یہ سب کچھ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے ممکن ہوا۔ یہ آیت آج بھی زندہ ہے اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

مماثل آیت

جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ ہی مساجد اور عبادت گاہوں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے سورۃ الحج آیت (۴۰)

دعاء:

اللہ تعالیٰ کرے بابری مسجد کو ویران کرنے والے مشرک، اور مسجد اقصیٰ کو گرانے کا عزم رکھنے والے یہودی...... اور اندلس کی مساجد کو ویران کرنے والے نصاریٰ...... اور ماوراء النہر کی مساجد کو ویران کرنے والے کمیونسٹ بھی...... اپنے انجام سے دوچار ہوں۔ اور مسلمانوں کو توفیق ملے کہ وہ جہاد کے ذریعہ...... مساجد کی حفاظت کا انتظام کریں...... اور مساجد گرانے والوں کو خوف کی سوغات دیں۔

آمین یا ارحم الراحمین

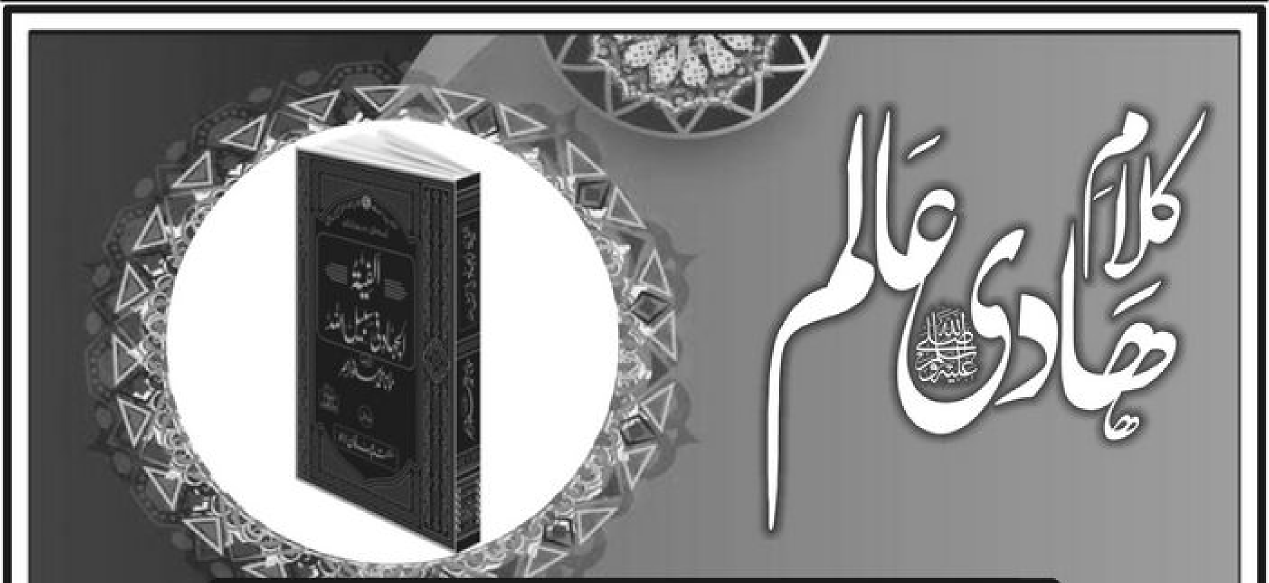

باب: فضل الغدوة أو الروحة فی سبیل اللہ

جہاد فی سبیل اللہ میں ایک صبح یا ایک شام (کچھ وقت) گذارنے کی فضیلت کا بیان

(١) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ: أَنَّہ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِه صَادِقًا ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ فَإِنَّ لَه أَجْرَ شَهِيْدٍ، وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَإِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ، لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِيْحُهَا رِيْحُ الْمِسْكِ، وَمَنْ خَرَجَ بِه خُرَاجٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ۔

قد أخرجه أصحاب السنن و اللفظ لأبي داؤد و اللفظ للمستدرك۔

[سنن أبي داؤد: ٢٥٤١، وسنن الترمذي: ١٦٥٧، وسنن النسائي: ٣١٤١ وسنن ابن ماجه: ٢٧٩٢]

ترجمہ: حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اگر کسی نے اونٹنی کا دودھ نکالنے کے درمیانی وقفہ کے برابر بھی قتال کیا تو اس کے لیے جنت واجب ہے، اور جس نے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے شہادت کی دعاء مانگی، پھر وہ فوت ہوگیا، یا قتل کر دیا گیا تو اس کے لیے شہید کا ثواب ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی زخم آ گیا، یا کوئی چوٹ لگ گئی تو قیامت کے دن وہ زخم اسی طرح (تروتازہ) ہوگا جیسے کہ وہ تھا، اس (کے خون) کا رنگ زعفران کا اور خوشبو کستوری کی ہوگی، اور جسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوئی پھوڑا نکل آیا تو اس پر شہداء جیسی مہر ہوگی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، کفر کے صدیوں سے دہک رہے ایک آتش کدہ کی آگ بجھ گئی......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر اور اس کے باطل نظام کی آگ بجھانے تشریف لائے......

’’لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ‘‘......

جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل سے ماننے والے ہیں، انہیں یہ کام کرنا ہو گا اگر چہ اس کے لیے انہیں اپنے لہو کو پانی کی طرح بہانا پڑے اور کفر کی آگ اور نظام کے محافظین کے خون کی ندیاں بہانی پڑیں۔ جو اوّلین تھے انہوں نے اپنی زندگیاں، اپنے اموال، اپنی اولادیں اور اپنے تمام وسائل اسی مقصد کے حصول پر خرچ کئے اور قیامت تک ایمان وعمل کی سچائی کا معیار اور کسوٹی قرار پائے......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے صدیوں سے قائم کفر کی سب سے طاقتور سلطنت کے محل کے کنگرے ٹوٹ گرے......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر کی سلطنتوں کے تاج گرانے اور تخت تاراج کرنے تشریف لائے......

’’لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ‘‘......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کو قیامت تک یہ کام کرنا ہے۔ اب سلطنت اور نظام ان کا چلنا ہے۔ ان کے طریق کے خلاف جو سلطنت بھی قائم ہو گی اس کے کنگرے گرانا اور اس کی قوت و شوکت کو مٹانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا لازمی فرض قرار پایا ہے......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجے گئے ایک عظیم مقصد دے کر

لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ......

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ......

وَّ یَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت سے، اپنے جہاد سے اس مقصد کے حصول پر زندگی صرف فرمائی اور اس کی خاطر وہ تکلیفیں اُٹھائیں اور وہ مشقتیں برداشت فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی بندے نے نہیں اُٹھائیں......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ہدف کے حصول کی راہ میں ان خوفناک حالات کا سامنا فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں کرنا پڑا نہ پڑے گا۔

طائف کے پتھروں کی بارش سے لے کر اُحد میں تیروں کی بارش میں زخم سہنے تک......

شعب بن ہاشم کی بھوک سے لے کر غزوۂ احزاب میں شکم مبارک پر پتھر باندھنے تک۔ اپنے ربیب حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش سے لے کر اپنے پیارے چچا جان سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور منہ بولے محبوب بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت تک لاشوں کے دکھ سہنے تک......سوق عکاظ تک دعوت کے پیدل سفر سے غزوۂ تبوک کے شدید تنگی اور مشقت والے جہادی سفر تک......

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"......

جو بھی جانے، مانے اور سمجھے کہ یہ ذمہ داری اب نبی سے امت کو منتقل ہو چکی ہے اور اس منزل کا حصول مقاصد شریعت میں ایک اہم مقصد ہے اسے یہ سب کرنا ہے اور اس کی ہر قیمت چکا کر کرنا ہے۔

اوّلین کر گذرے، آخرین پر قرض باقی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ وطن چھوڑا اور پھر کفر کی نجاست اور تسلط سے اللہ تعالیٰ کے گھر کی آزادی کے لیے بدر سے فتح مکہ تک ایک جہاد مسلسل برپا فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مسلمان خاتون کی حرمت کے لئے بنو قینقاع پر چڑھائی فرمائی اور انہیں مغلوب کر کے جلا وطنی کی سخت سزا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کی ایک سپر پاور کے خلاف بڑے لشکر کے ساتھ خروج فرمایا اور سینکڑوں

میل کا سفر کر کے اس کی سرحد تک تشریف لے جا کر ان پر اپنی دھاک بٹھالی اور رعب قائم فرمایا......

''لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ''......

اللہ تعالیٰ کے حرم اور مساجد جب کفر کے تسلط میں ہوں، مسلمانوں کی حرمتیں جب جب پامال کی جا رہی ہوں اور دنیا کی نام نہاد سپر پاور زاسلام اور مسلمانوں پر چڑھائی کر رہی ہوں تو نبی ﷺ کے ماننے والوں پر فرض ہے کہ وہ بھی وہی کریں جو اُن کے نبی نے کیا اور کرنے کا حکم فرمایا۔ اگر اس وقت قلت، بے سروسامانی، وسائل کی کمیابی، معاشی کمزوری، دشمن کی تعداد اور طاقت، ناموافق حالات وغیرہ نہ عذر بنے نہ رکاوٹ تو آج بھی یہ عذر قابل قبول نہیں۔ بلکہ یاد رکھنے اور دل و دماغ میں اُتارنے والی بات یہ ہے کہ اس وقت ان مسائل کو سامنے رکھ کر رکنے والوں کو کیا نام دیا گیا اور کیا مقام؟ اور ان سب سے صرفِ نظر کر کے نبی ﷺ کے عمل کو اختیار کرنے لینے والوں کو کن اعزازات سے نوازہ گیا۔ فیصلہ خود کرنا ہوگا کہ کون کس کی طرف جانا پسند کرتا ہے......

''لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ''......

ربیع الاول کا مہینہ چل رہا ہے۔ ہر طرف اُن کے ذکرِ خیر کی مجلسیں ہیں اور اُن کے اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ کے زمزمے۔ ہزاروں جلسے ہر سال ہوتے ہیں اور ان میں بیشتر کے خطیب خطبے میں یہی آیت پڑھ کر بیان کا آغاز کرتے ہیں۔ اگر خطبے میں نہ آئے تو بیان میں لازمی کہیں نہ کہیں ضرور آتی ہے۔ پھر اُسوۂ مبارکہ کے ہر پہلو پر دلنواز باتیں ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کا بچپن، لڑکپن، نوجوانی، جوانی، کہولت، بڑھاپا، عمر مبارک کا ایک ایک مرحلہ ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' ہے۔ آپ ﷺ کی دعوت، عبادت، معاشرت، معاملات، اخلاق کا ایک ایک پہلو ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول ہر فعل ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' ہے۔ آپ ﷺ کی ہر عادت ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' ہے۔ آپ ﷺ کی ہر پسند ناپسند ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' ہے۔ آپ ﷺ کے حسن ظاہر کا ذکر ہو یا حسن باطن کا سب ''اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' کے حسین پہلو ہیں۔ اس میں کوئی تفریق نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر مؤمن کو ان میں تفریق سے بچائے۔ ہمارا پورا دین رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہماری دنیا بھی اور آخرت بھی رسول اللہ ہیں۔ ہماری زبانیں جس پہلو کا

ذکر کریں ان کی سعادت ہے اور ہمارے قلم جس پہلو کو رقم کریں یہ ان کی اپنی خوش بختی ہے۔اس ذکر میں جتنی بار اُن پر درود وسلام پڑھا اور لکھا جائے ہمارا بہترین ذخیرہ آخرت ہے۔لیکن یہ کیا طرز عمل ہے کہ یہ آیت پڑھی جائے اور أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ کے بیان میں خاص اسی پہلو کو نظر انداز کیا جائے یا معاذ اللہ بعض حلقوں میں بدقسمتی سے ناپسند کیا جائے جس کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بطور خاص یہ آیت نازل ہوئی۔ پوری زندگی کا ذکر ہو اور اس مرحلے کو فراموش کر دیا جائے جس مرحلے پر یہ آیت آسمان سے اُتاری گئی۔ بلاشبہ آیت عام ہے کسی ایک پہلو کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن اصل ضابطہ یہ ہے کہ شان نزول، مقام نزول کا مضمون سے تعلق سب سے خاص ہوتا ہے......

سورۃ کون سی ہے؟

الاحزاب......

مقام کون سا ہے؟

غزوۂ احزاب کا میدان......

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس عمل میں تھے؟

جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے حالت قتال میں......

حالت کیا تھی؟

شدید ترین محاصرہ......متحدہ لشکر سے سامنا......

کس پہلو کی طرف متوجہ فرمایا گیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت حالات میں، شکم مبارک پر دو پتھر باندھے، مسلسل حملوں کی زد میں استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں......

ہر طرف آوازیں ہیں کہ واپس لوٹ آؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ کچھ جھک جانے، دب جانے اور مقصد سے دستبردار ہو جانے کی ترغیب چل رہی ہے۔اور ایک جانب ان کا عمل ہے جو بہانے کر کے میدان سے چلے گئے اور عیش و آرام سے اپنے گھروں میں ہیں۔اہل ایمان سخت تنگی میں ہیں۔بھوک،

سردی، بے سروسامانی سے نبرد آزما ہیں ایسے میں ان باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں۔ کمزور نہ پڑ جائیں اور ہمت نہ ہار بیٹھیں۔ ان میں استکانت نہ آجائے اس لئے فرمایا گیا کہ ان باتوں کو نہ سنو بلکہ اپنے محبوب اور مقتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ ان کی جان تم سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ سب سے زیادہ ہے۔ ان کی عمر بھی اکثر صحابہ کرام سے زیادہ ہے۔ وہ مشقت بھی سب سے زیادہ اُٹھا رہے ہیں لیکن وہ اپنے نظریئے پر قائم ڈٹ کر کھڑے ہیں۔ تم ان کا طریقہ اپناؤ۔ ان کے عمل کو اختیار کرو اور ان کے راستے پر چلو۔ انہی کی طرح ان حالات سے لڑو۔ انہی والی استقامت اختیار کرو۔ انہی کی طرح وھن اور عجز سے خود کو بچاؤ۔ سننے والے اسی ''اُسْوَۃٌ'' کی طرف متوجہ ہوئے تو حالات، خیالات اور نظریات میں کیا انقلاب برپا ہوا۔

بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ ...... اور ...... وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ الظُّنُوْنَا والی حالت اگلی ہی آیت میں

''ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ'' کے قول اور وَ مَا زَادَھُمْ اِلَّا اِیْمَانًا وَّ تَسْلِیْمًا کی فکر کے سانچے میں ڈھل گئی۔

جی ہاں! جن کی نظر اس پہلو پر جاتی ہے وہی ''رجال'' بن جاتے ہیں۔ پھر ان میں کچھ آپ کو ''مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ'' کی لسٹ میں ملتے ہیں اور کچھ ہر زمانے میں ''مَنْ یَّنْتَظِرُ'' کی فہرست میں ...... ''وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا'' حالات کی سختیاں اور ''غَرَّ ھٰٓؤُلَآءِ دِیْنُھُمْ'' کے طعنے ان کے خیالات اور عمل میں کوئی تبدیلی نہیں لا پاتے۔

''اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' کا وہ حسین اور نمایاں ترین پہلو جس کے دم سے آج تک میدان آباد ہیں اور رزم گاہیں غازیوں کے قدموں کی دھمک سے گونج رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے آج بھی تلوار، تیر، گھوڑے، قتل و قتال، شہادتیں، زخم، عزیمت و استقامت جیسی عظیم سنتیں زندہ ہیں۔ جس کے بل بوتے پر آج بھی محاصروں میں اللہ اکبر کے نعرے اور پابندیوں میں الجہاد الجہاد کے زمزمے گونج رہے ہیں۔ جس کو اپنانے والے آج بھی آسانی سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے ہیں اور ٹکڑوں میں بٹی اپنے پیاروں کی

لاشیں اٹھانے کا حوصلہ جٹا پاتے ہیں ۔جس کی روشنی آج بھی ''رجال'' اُٹھاتی ہے اور جس کی مہک آج بھی شہادت کے میدان میں دیوانہ وار لاکھڑا کرتی ہے ربیع الاول آتا ہے چلا جاتا ہے وہ سب سے کم کہا جاتا ہے سب سے کم سنا جاتا ہے......

کیا سنایا جار ہا ہے اور کسے دبایا جار ہا ہے......

وہ بڑھیا جس کا کوئی وجود نہیں ہے آج بھی سیرت کے جلسوں میں گونج رہی ہے کہ کچرا ڈالتی تھی، گستاخیاں کرتی تھی اور واعظین کے بیان کے مطابق آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے تھے لیکن عرق الظبیہ کے مقام پر آج بھی موجود ان دو قبروں میں پڑے کچرا ڈالنے والے، گستاخیاں کرنے والے عقبہ بن معیط اور نضر بن الحارث کا ذکر گول ہے جنہیں اس جرم میں بدر کے عام معافی دیئے گئے قیدیوں کے درمیان سے نکلوا کر شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تلوار کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

جہاد کا وہ گھوڑا جو آپ ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات کے بعد سب سے زیادہ محبوب تھا۔جس کی دوڑ پر آپ خود انعامات تقسیم فرمایا کرتے تھے۔جس کی تعلیم آپ ﷺ نے اپنی امت پر لازم فرمائی اور اولاد کا والدین پر حق قرار دیا......

وہ تیر اندازی جس کے مقابلوں میں آپ ﷺ خود شرکت فرمایا کرتے تھے......

وہ تلوار جسے آپ ﷺ نے ''جنت'' کا سامان قرار دیا۔جو آپ ﷺ کے حجرہ مبارکہ میں موجود سب سے کثیر مال تھا......

وہ آپ ﷺ کے نیزے جو حجرہ مبارکہ کی زینت تھے......

وہ آپ ﷺ کا خود مبارک جو آپ کے سر مبارک کا تاج تھا......

وہ بدر، اُحد، احزاب، تبوک، حنین کے میدان جو آپ ﷺ کی رزمگاہ تھے......

وہ مبارک خون اور مقدس دانت جو میدان جہاد کی خوشبو اور روشنی ہیں......

یہ سب کہاں ہیں؟ ان کا ذکر کہاں ہے؟......

آیت '''' لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ '' پوچھتی تو ہو گی سوال تو کرتی ہو گی؟......

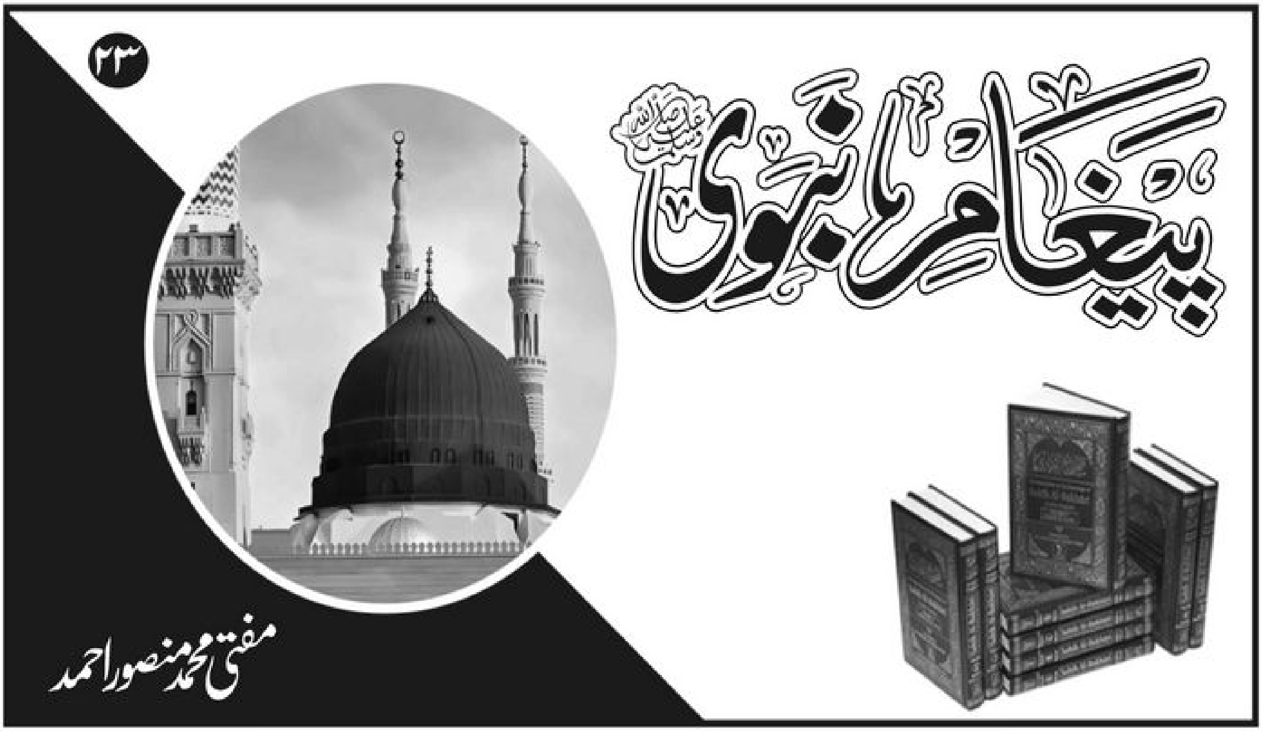

اچھا خاتمہ صرف وہ نہیں جو عبادت کی حالت میں ہو!

وَلَا تُحَنِّطُوهُ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهُ۔ (صحيح بخاري: ١٢٦٥)

"اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو"

ایک شخص عرفات میں اپنی سواری سے گرا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو! کیونکہ وہ قیامت کے دن تلبیہ (لبّیك اللّٰھم لبّیك) پڑھتے ہوئے اُٹھایا جائے گا!

☆ ہم سجدہ، روزہ یا احرام کی حالت میں مرنے والوں کو خوشخبری دیتے ہیں!

☆ لیکن اچھا خاتمہ صرف عبادت کی حالت میں مرنے پر منحصر نہیں ہے!

☆ یہ بھی اچھے خاتمہ کی ایک صورت ہے کہ آپ وفات پا جائیں اور لوگوں کا کوئی حق آپ پر لازم نہ ہو!

☆ آپ اس حال میں وفات پائیں کہ لوگوں کی عزت وآبرو اور جان ومال آپ سے محفوظ ہوں!

☆ آپ اس حال میں وفات پائیں کہ صلہ رحمی کرتے ہوں اور اپنے والدین کی تعظیم کرتے ہوں!

☆ نبی کریم ﷺ یا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سجدے کی حالت میں وفات نہیں پائی!

☆ یہ بات اتنی اہم نہیں کہ انسان کس حالت میں فوت ہوتا ہے، جتنی یہ بات اہم کہ وہ کس طرح زندہ رہا!

☆ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے کی طرح ایک اور بلند مرتبہ چیز بھی ہے: اور وہ ہے رضائے ربّ کی

جستجو میں جینا اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشاں رہنا!

بچوں کی شخصیت سازی پر خاص توجہ دیں!

أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ۔ (صحیح بخاری:۲۶۰۵)

کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو پہلے دے دوں؟

نبی کریم ﷺ کو مشروب پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں سے نوش فرمایا، آپ ﷺ کے دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا اور بائیں طرف بڑی عمر کے حضرات تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے اس بچے سے پوچھا: کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ان لوگوں کو پہلے دے دوں؟

اس بچے نے عرض کیا: نہیں، اللہ کی قسم! میں آپ کی بچی ہوئی چیز میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا!

☆ بچوں کو احساس دلائیں کہ ان کی بڑی قدر و قیمت ہے!

☆ بچوں سے رائے لیں کہ کل کیلئے کیا پکایا جائے، اس میں کوئی حرج نہیں!

☆ ان سے پوچھیں کہ فیملی پکنک کیلئے وہ کونسی جگہ کو پسند کرتے ہیں!

☆ ان کی ہمت بڑھائیں تاکہ وہ ادب و احترام کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرسکیں!

☆ ان میں یہ اخلاقی خوبی پیدا کریں کہ وہ دوسروں کی رائے کو مسترد نہ کریں بلکہ اسے تسلیم کریں!

☆ ان کی آزادی کو سلب کرکے ان کی شخصیت کا قتل نہ کریں کہ پھر آپ ان کا علاج تلاش کرتے رہیں، کیونکہ بچے کی شخصیت سازی بڑے آدمی کی شخصیت تبدیل کرنے سے زیادہ آسان ہے!

دعاء کی قبولیت میں مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں!

يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَا لَمْ يَعْجَلْ۔ (صحیح بخاری:۶۳۴۰)

”تم میں سے ہر شخص کی دعاء قبول ہوتی ہے جب تک کہ وہ جلد بازی نہ کرے“

☆ دعاء کی قبولیت میں مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں!

☆ اگر آپ کو مطلوبہ چیز عطاء کردی جائے تو یہ رحمت ہے!

☆ اور اگر نہ عطاء کی جائے تو یہ حکمت ہے!

☆ نیک لوگ قبول ہونے والی دعاء کے مقابلے میں اس دعاء پر زیادہ خوش ہوتے تھے جو قبول نہ ہوئی ہو، اس لیے کہ دعاء کی قبولیت پر ملنے والی چیز ان کی اپنی پسند ہے، لیکن دعاء میں کسی چیز کا نہ ملنا ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی پسند ہے!

☆ اس کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ دعاء بذاتِ خود عبادت ہے، آپ کی دعاء قبول کی جائے یا نہ کی جائے دونوں صورتوں میں آپ کو اجر ضرور ملے گا!

☆ لیکن کبھی کبھار اس گناہ کی وجہ سے بھی قبولیت میں دیر ہو جاتی ہے جس کے آپ عادی ہوتے ہیں ، اللہ تعالیٰ تو آپ سے یہی چاہتا ہے کہ آپ اس کی طرف رجوع کریں تا کہ وہ آپ کو عطاء کرے!

☆ کبھی کبھار دعاء کی قبولیت میں اس وجہ سے بھی دیر ہو جاتی ہے کہ آپ درحقیقت وہ چیز مانگ رہے ہوتے ہیں جو آپ کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں وہ چیز عطاء فرماتے ہیں جس کے ہم محتاج ہوتے ہیں، ہمیشہ وہ نہیں دیتے جو ہم چاہتے ہیں!

☆ کبھی کبھار دعاء کی قبولیت میں اس وجہ سے بھی دیر ہوتی ہے کہ ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا ہوتا، شاید اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر لے لیکن وہ پہلے اس کیلئے اسباب پیدا کرنا چاہتا ہو!

☆ اس کی حکمت بڑی بابرکت ہے اور وہ دعاء کی قبولیت کیلئے اچھے وقت کا انتخاب کرتا ہے نہ کہ جلد آنے والے وقت کا!

بڑھاپے میں انسان کی دو خواہشیں

وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ. (صحیح مسلم: ۱۰۴۷)

"اور اس کی دو چیزیں جوان ہوتی رہتی ہیں!"

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بات چیت فرما رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی بوڑھا ہوتا رہتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان ہوتی رہتی ہیں:

مال کی حرص اور لمبی زندگی کی حرص!

☆ کوئی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ اسے موت آئے! حتی کہ وہ لوگ جو خودکشی کرتے ہیں وہ بھی موت کی رغبت کی وجہ سے نہیں مرتے بلکہ وہ زندگی کی مشکلات سے فرار چاہتے ہیں ، اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ

کے راستے میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں وہ بھی ہمیشہ کی زندگی پانے کیلئے موت کو گلے لگاتے ہیں!

☆ یہ نہ سمجھیں کہ بڑی عمر کا شخص مزید زندگی کا طالب نہیں!

☆ جب تک زندگی ہے موت کا ڈر باقی رہتا ہے اور قبر کا خیال خوفزدہ کرنے والا ہے، اگرچہ انسان پکا مؤمن ہی کیوں نہ ہو!

☆ مال انسان کی سخت ضرورت ہے، اور انسان جوانی کے برعکس بڑھاپے میں اس کا زیادہ طالب ہوتا ہے، کیونکہ یہ مال اسے اطمینان اور تسلی دیتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں!

☆ لوگوں کے نزدیک مال روح کا سگا بھائی ہے، اس لیے سب ہی اسے پسند کرتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوتا ہے کہ وہ ان کیلئے مال کو خرچ کرنا آسان کر دیتا ہے اور انہیں سخاوت کی صفت عطاء کرتا ہے!

☆ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا بھی یہی مطلب ہے:

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (الحشر: ۵۹)

"اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔"

بقیہ: سمجھدار کون؟

قربانی دے کر راضی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی یہ پاکیزہ اور معطر فکر نصیب فرمائے...... اور آپ سب کو بھی....

" (رنگ و نور، جلد: ۷)

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا کے دھوکوں میں الجھ کر اپنی سمجھداری کے زعم میں مبتلا ہونے سے محفوظ فرمائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے اس حقیقی معیار کے مطابق فکرِ آخرت، موت کی یاد اور اس کی تیاری والی زندگی نصیب فرمائے، تاکہ ہم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو جائیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے درحقیقت سب سے زیادہ سمجھدار قرار دیا ہے۔ آمین

محبت رسول ﷺ

قاری نوید مسعود ہاشمی

سوشل میڈیا پر مقدس ترین ہستیوں کی گستاخیوں کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے، ظلم در ظلم ملک میں سوشل میڈیا پر گستاخیاں کرنے والے بدترین گستاخوں کے حامی سہولت کاروں کی سرگرمیاں بھی بڑھتی چلی جا رہی ہیں، ان سب کا راستہ روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ان ”خناسوں“ کا قانونی تعاقب کرنے کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں محبت رسول ﷺ کو پروان چڑھایا جائے، مسلم نوجوانوں میں محبت رسول ﷺ کو روحانی طور پر بیدار کیا جائے، انہیں امریکی صہیونی، صلیبی پٹاری کے خرکاروں کی سازشوں سے آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ محبت رسول ﷺ کے تقاضے بھی بتائے جائیں۔

محبت رسول ﷺ کے چند اہم ترین تقاضے یہ ہیں:

(1) خواہشات نفس کا شریعت محمدیہ ﷺ کے تابع ہو جانا محبت رسول ﷺ کا اولین تقاضا ہے کہ حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد شریعت محمدیہ ﷺ کے سامنے ذاتی پسند و ناپسند اور اپنی مرضی کو بالکل ترک کر دیا جائے اور اتباع شریعت میں وہ لطف و لذت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں ہوتی ہے، سخت سردیوں میں نماز فجر کے لئے اُٹھنا اور انتہائی گرمی میں رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی اسی طرح خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے پہننے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے سے ہوتی ہے، اس کیفیت کو پانے کے لئے اپنے نفس کو قابو کر کے اس کی لگام کو شریعت محمدیہ ﷺ کے ہاتھ میں تھمانا ضروری ہے، اس کی صراحت آپ ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے

”تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی نفسانی خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں لایا ہوں“

آج ہر مسلمان سوچے کہ کیا میں نے آقائے دو عالم ﷺ کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر رکھا ہے؟ کیا میں نے اپنی ہر خواہش کو نظام مصطفیٰ کے تابع کر دیا ہے؟ کیا میری سیرت وصورت اسلامی ڈھانچے میں ڈھل گئی ہے؟ کیا میری گفتار و کردار پر مصطفوی رنگ چڑھ چکا ہے؟ کیا میری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں آپ کی تعلیمات زندہ ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یقین کر لینا بھی لازمی ہے کہ رنگ برنگی جھنڈیاں لگانے، محرابیں بنانے، ہزاروں شمعیں اور قمقمے جلانے، صبح و شام بلند بانگ دعوے کرنے، جلسوں اور جلوسوں میں شب و روز نعتیں سننے سنانے، توحید و رسالت کے نعرے لگانے، کئی کئی گز علم لہرانے، ہزاروں دیگیں پکانے اور مٹھائیاں تقسیم کرنے کے باوجود "تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا" کی خطرناک اور ہلاکت خیز تلوار ہر مسلمان کی گردن پر ہر وقت لٹک رہی ہے۔

(2) نبی کریم ﷺ کی مرغوب چیز کا مرغوب اور ناپسند کا ناپسند ہو جانا: محبت رسول ﷺ کا لازمی تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مرغوب اور پسندیدہ چیزوں کو پسند کیا جائے اور آپ ﷺ کی ناپسند کو ناپسند کیا جائے، ہر شخص اپنے ارد گرد نظر دوڑائے کہ جس چیز کو نبی کریم ﷺ نے تباہی اور ہلاکت کا سبب قرار دیا ہے، وہ اس سے کس قدر احتراز کرتا ہے، جھوٹ، فراڈ، دھوکہ، غیبت، چغلی، بدگوئی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی اور اس جیسی کئی برائیاں جن کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند قرار دے کر ان سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے، کیا ان تمام برائیوں کے باوجود ہمارا دعوائے محبت رسول سچا ہو سکتا ہے؟

(3) نبی کریم ﷺ کے محبوب سے محبت اور دشمن سے دشمنی رکھنا: محبت و عداوت دونوں متعدی صفات ہیں، جب محبت پیدا ہوتی ہے تو اپنے اطراف میں بھی پھیلتی ہے، یہی حال عداوت و دشمنی کا ہے، اس لحاظ سے ان تمام لوگوں سے محبت رکھنا ضروری ہے جن سے آپ ﷺ محبت فرمایا کرتے تھے مثلاً صحابہ کرام، مہاجرین و انصار، اہل بیت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن، اور جو لوگ آپ کے دشمن ہیں ان سے دشمنی رکھنا بھی اسی طرح لازمی ہے، چاہے وہ قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ رئیس المنافقین عبد اللہ ابن اُبی کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی گستاخی پر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر حکم ہو باپ کا سر لا کر حاضر خدمت کر دوں؟ کیا ہم نے بھی آج تک اس قسم کا رویہ اپنایا ہے؟

(4) نبی کریم ﷺ کی ہر سنت سے محبت رکھنا: صرف عبادات، نماز روزہ، مسواک، عمامہ، ٹخنے ننگے رکھنا اور کھانے پینے کی سنتوں پر زور دینا ہی محبت رسول ﷺ کے لئے کافی نہیں بلکہ تجارت، ملازمت، قضا

وعدل، سیاست وحکومت اور لین دین میں آپ ﷺ کے تمام اوصاف واطوار کو اختیار کرنا بھی لازمی ہے۔

(5) نبی کریم ﷺ کی رضامندی کا خیال رکھنا: نبی کریم ﷺ کا حکم بجالانا تو شرعاً واجب ہے ہی، کمال محبت کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی رضامندی اور خواہش کو بھی مدنظر رکھا جائے جیسا کہ ایک انصاری صحابی نے انتہائی شوق وجذبہ کے ساتھ ایک بلند وبالا مکان (قبہ) تعمیر کیا لیکن جب اس کے متعلق حضور ﷺ کی ناپسندیدگی کی علم ہوا تو اس مکان کو زمین بوس کر دیا، کیا ہم نے کبھی اپنی خواہش کو نبی کریم ﷺ کی خواہش کے تابع کیا ہے؟

(6) نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین کی مدد ونصرت کرنا: نبی کریم ﷺ نے جس دین وشریعت کی خاطر مکہ کی گلیوں، طائف کے بازاروں اور اُحد کے میدان میں پتھر کھائے اور جس دین کی آبیاری آپ ﷺ نے اپنے مبارک وپاکیزہ خون سے کی اور جس کی ترویج واشاعت کے لئے آپ آخری دم تک مساعی فرماتے رہے، اس دین محمدی ﷺ کی اپنی استطاعت کے مطابق دل وجان سے نصرت وتائید، ہر محاذ پر اس کا دفاع اور دامے درمے سخنے قدمے تعاون بھی ہم کرتے ہیں یا صرف علماء کرام اور دین کی خدمت کرنے والوں پر دشنام طرازیاں کرکے اپنی بدبختی پر مہر تصدیق ثبت کرنے میں لگے ہوئے ہیں؟

(7) قرآن مجید سے محبت رکھنا: آپ ﷺ نے قرآن مجید سے علمی وعملی تعلق رکھنے کی تاکید اور قرآن پاک کو پس پشت ڈالنے پر سخت وعید فرمائی ہے، قرآن مجید کی تلاوت وعمل پر دنیوی واخروی فوائد بتائے ہیں اور اس کی حفاظت پر زور دیا ہے، کیا ہمارا قرآن مجید کے ساتھ وہ تعلق ہے؟ اس کو نظام مملکت کا حصہ بنانے کے لئے ہم نے کوئی کوشش کی ہے؟

(8) نبی کریم ﷺ کی امت سے پیار کرنا: نبی کریم ﷺ کو اپنے امت سے جو تعلق ومحبت، شفقت وپیار، ہمدردی وخیرخواہی تھی جس جس انداز میں آپ نے امت سے غمخواری کا مظاہرہ فرمایا، اس بے مثال محبت کا عملی تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی امت ساتھ بلاامتیاز اور بلاتخصیص پیار کیا جائے، کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے، بلاوجہ کسی کو نقصان پہنچانے اور پریشان کرنے سے گریز کیا جائے، حکمرانوں اور بیوروکریسی کو چاہئے کہ عوام کی خدمت کا وہ انداز اپنائیں جس کا حکم آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

(9) نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع کرنا: شریعت اسلامیہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیثیت ومرتبہ اور مقام (نعوذ باللہ) کسی بابائے قوم کا نہیں کہ صرف اس کی ولادت اور برسی کے موقع پر بھرپور انداز میں

خراج عقیدت پیش کر دیا جائے، نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت چھوڑ کر صرف عقیدت ومحبت کا اظہار ہرگز قابل قبول نہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے حکم پر دیگر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہونے کے حکم پر عمل پیرا ہونے سے قبل عقیدت ومحبت کے طور پر جب آپ ﷺ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کو مقدم سمجھا تو آپ ﷺ اس کو سخت ناپسند فرمایا۔

(10) ذکر رسول اور زیارت نبوی ﷺ کا اشتیاق: نبی کریم ﷺ کا بار بار اور کثرت سے ذکر اور دیدار کا شوق بھی محبت رسول کا خاصہ اور ایمان کی غذا ہے، یہ ایمان کی وہ مستقل غذا ہے جس سے ایمان میں قوت وطاقت پیدا ہوتی ہے اس لئے تذکار نبوی کو کسی خاص مہینے یا وقت کے ساتھ مخصوص کرنا اور صرف اسی پر اکتفا کر لینا کمال محبت کے منافی اور ایمان کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ذکر اور نام نامی سن کر نہ صرف دل کو سکون ولذت محسوس ہوتی ہے بلکہ دل کھل اٹھتے ہیں اور عظمت مصطفیٰ کے سامنے سر ادب سے جھک جاتا ہے، حضور ﷺ کا نام سامنے آنے پر بے ساختہ زبان پر آجائے "قُرَّۃُ عَینِی بِکَ یَارَسُولَ اللہ ﷺ!"

(11) نبی کریم ﷺ کی محبت کے اظہار میں تعلیمات رسول کا خیال رکھنا: محبت رسول ﷺ کا یہ بھی ایک لازمی تقاضا ہے کہ جوش محبت کے ساتھ ہوش سے بھی کام لیا جائے، محبت رسول کے اظہار کا ہر ایسا انداز اور طریقہ جس سے تعلیمات رسول یا شریعت مصطفوی ﷺ کے کسی حکم کی واضح نفی اور کھلم کھلا نافرمانی ہوتی ہو جو خود اس ذات بابرکات اور صاحب شریعت کو پسند نہیں، اظہار محبت کے لئے ایسے خلاف شرع طرز عمل سے احتراز ضروری ہے۔

(12) امت رسول ﷺ میں تفریق پیدا نہ کرنا: ایمان بالرسالت کی برکت سے کسی بھی مسلمان کا دل محبت رسول ﷺ سے خالی نہیں ہوسکتا اس لئے مسلکی، فکری، فقہی، اجتہادی، فروعی، سیاسی، نسلی، علاقائی، معاشرتی اور سماجی قسم کے معمولی اختلافات کو بنیاد بنا کر امت میں مستقل فرقہ بندی اور لڑائی جھگڑے کو ہوا دینا بھی محبت رسول کے عملی تقاضے کے خلاف ہے۔

(13) ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ کرنا: اسلام میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کے ناموس کی حفاظت امت مسلمہ کا اوّلین فریضہ اور آپ سے محبت کا عملی تقاضا ہے،

بقیہ صفحہ ۳۱ پر

مولانا زبیر طیب

GAZA

قرآن کی سرزمین

اللہ تعالیٰ ہمیں عظیم الشان نعمت ''قرآن مجید'' کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ قرآن مجید کو پڑھنے، عمل کرنے اور تدبر کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں کہ اس وقت اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں جو ہمیں آج تک پہنچی ہو۔

قرآن عظیم الشان نعمت

بلاشبہ ''قرآن مجید'' عظیم الشان نعمت ہے۔ یہ انسانیت کی ہدایت کا سب سے بہترین اور سب سے نایاب ذریعہ ہے۔ یہ دلوں کی تکلیف، الجھن، پریشانی، غم، درد اور ہر طرح کی آزمائش کو سہنے، برداشت کرنے اور ہمت دلانے میں اولین ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں اور نا ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید ہمارے لیے ایسی نعمت ہے جو دنیا و آخرت کی ہر کامیابی کی ضمانت ہے۔ یہ صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ روشنی ہے جو اندھیروں میں راستہ دکھاتی ہے، سکون ہے جو بے چین دلوں کو مطمئن کرتا ہے، اور ہدایت ہے جو بھٹکے ہوئے انسان کو سیدھے راستے پر لا کھڑا کرتی ہے۔ اس کی ہر آیت دل میں ایمان کی حرارت پیدا کرتی ہے، اس کی تلاوت روح کو تازگی بخشتی ہے، اور اس پر عمل انسان کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ جو اس کو تھام لے، وہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا، اور جو اس سے تعلق جوڑ لے، وہ کبھی تنہا نہیں رہتا۔

آج دنیا میں مصائب و آلام میں دل گرفتہ کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس کا مداوا کر سکے اور یہ کوئی سنی سنائی بات نہیں آزمائی ہوئی اور آنکھوں دیکھی بات ہے۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''چونکہ فکر، دکھ اور غم دل کی زندگی اور اس کے نور (روشن ہونے) کے ضد (مخالف) ہیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دعا میں) سوال کیا کہ ان کا خاتمہ قرآن کے ذریعے ہو کیونکہ

قرآن کے ذریعے اگر یہ دور ہوں تو اس بات کا زیادہ امکان ہوتا ہے کہ یہ دوبارہ لوٹ کر نہ آئیں۔لیکن اگر یہ چیزیں قرآن کے علاوہ کسی اور چیز سے دور ہوں جیسے صحت، دنیا، جاہ و منصب یا کسی اور چیز سے تو وہ دنیاوی چیز جیسے ہی ختم ہوگی، یہ غم اور دُکھ دوبارہ لوٹ آئیں گے۔'' (الفوائد)

اس لیے کہ قرآن مجید اگر آپ کے فکر، دکھ اور غم کے اندھیرے کو دور کرے گا تو آپ پر روشنی کا وہ دروازہ کھل جائے گا جس سے اندھیرا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔یقین نہیں آتا تو آئیں کچھ باتیں ان کی ہو جائیں جنہوں نے قرآن مجید کی اس حقیقت کو اپنے قول اور عمل سے سچ کر دکھایا ہے۔

قرآن کی سرزمین "غزہ"

قرآن مجید ہماری زندگیوں میں کیا انقلاب برپا کرسکتا ہے اس کی اگر اصل صورتحال یا اس کی کوئی نظیر دیکھنی ہو تو ''غزہ'' ہمارے سامنے ہے۔اہل غزہ نے قرآنی تعلیمات کو عملی شکل میں دنیا کو دکھا دیا ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے ''لا تخش الا اللہ'' کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔جبکہ ہم اپنی زندگیوں میں دیکھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا بھی بہت سوں سے ڈرتے ہیں۔کبھی حکومت سے، کبھی کسی علاقے کے بااثر شخص سے، کبھی کسی ہتھیار بند شخص سے ڈرتے ہیں اور دب جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر ہمیں لگے کہ کوئی ایسا بااثر شخص ہے جو ہمارے کاروبار یا نوکری کے لیے فائدہ مند ہوسکتا ہے تو ہم اس کے لیے اپنے بہت سے اصول بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں اور اس سے مرعوب ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم اپنی زندگی میں آنے والی ہر مشکل اور پریشانی سے خوف زدہ رہتے ہیں کیونکہ ہم دنیا میں اس قدر مگن ہو گئے ہیں اور یہ ہمارے لیے ایک بہت قیمتی چیز بن گئی ہے۔

لیکن وہاں غزہ میں دیکھیں! وہاں واقعی ایسے لوگ بستے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ وہاں کا بچہ بچہ ایسا ہے جو واقعتاً اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور یہ ان کے خون میں ہے۔مثال کے طور پر اگر ہمارے ہاں ایک بچہ سیڑھی سے گر جائے یا کوئی چوٹ لگ جائے تو وہ رات بھر روتا رہے گا اور گھر والے الگ اس کے لیے پریشان رہیں گے۔مگر غزہ میں کسی بچے پر ایک پوری عمارت گر جائے تو وہ نہ چیختا ہے نہ چلاتا ہے بلکہ جب اسے ملبے سے نکالا جا رہا ہوتا ہے تو وہ اپنی دونوں انگلیوں سے وکٹری کا نشان بنا رہا ہوتا ہے۔اس کے چہرے پر پشیمانی یا پریشانی کے آثار کبھی نہیں دیکھے ہوتے۔ یہ ہوتا ہے آزاد انسان۔حقیقی آزاد انسان!! جو نا مصیبتوں سے گھبراتا ہے، نا آزمائشوں پر پریشان ہوتا ہے اور نا ہی آفات

سے ڈرتا ہے۔اس پر جو بھی گزرے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھ کر قبول کرتا ہے۔

یہ آزاد انسان کیسے بنا؟ یہ آزاد معاشرہ کیسے وجود میں آیا؟ یہ دنیا سے بے رغبتی کہاں سے آ گئی؟ یہ تکالیف پر صبر عظیم کا فلسفہ ان کے رگ و پے میں کیسے سرایت کر گیا؟ یقیناً قرآن مجید کی وجہ سے۔صرف اور صرف قرآن مجید ہی وہ عظیم الشان نعمت ہے جس سے انہیں دنیا کے سب سے ظالم و جابر کے سامنے سینہ سپر کر دیا ہے۔

استقامت کا نمونہ

''غزہ'' دنیا کی نظر میں زمین کا ایک تنگ، مقفل اور آگ اگلتا ہوا ٹکڑا ہے، جسے جدید دنیا نے'' کھلے آسمان تلے قید خانہ'' قرار دے رکھا ہے۔ جہاں ہر گزرتا دن بارود کی بو، گرتے ہوئے مکانات، اور اپنوں کے جنازوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے۔لیکن اسی ملبے کے نیچے سے ایک ایسا نورِ یقین ابھرتا ہے جس نے پوری کائنات کے مادی فلسفوں کو دنگ کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ غزہ کے غیور عوام کا غیر متزلزل ایمان اور بے مثال صبر ہے۔مادی آنکھ سے دیکھنے والے حیران ہیں کہ تاریخ کے بدترین ظلم، محاصرے اور نسل کشی کا سامنا کرنے والی یہ قوم کس طرح مسکرا کر اپنے پیاروں کو رخصت کرتی ہے اور سجدۂ شکر بجا لاتی ہے۔اس حیرت کا جواب کسی مادی نظریے میں نہیں، بلکہ قرآن مجید میں پوشیدہ ہے جس کی تعلیمات پر عمل کی عملی تصویر آج غزہ کی گلیوں میں نظر آتی ہے۔

دنیا بھر میں ہزاروں مساجد ہیں، لاکھوں حافظ ہیں، بے شمار درسگاہیں ہیں۔مگر''غزہ'' جیسی چھوٹی سی پٹی میں حفظِ قرآن کا تناسب دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ بمباری کے درمیان، شہید مساجد کے مبارک صحنوں میں، خیمہ بستیوں میں، زخمی بچوں کے ہسپتالوں میں، ٹوٹی ہوئی عمارتوں میں قرآن مجید کی تلاوت جاری رہتی ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ یہاں بچے پہلے قرآن حفظ کرتے ہیں، پھر دنیا کے حروف سیکھتے ہیں اور جب ان کے گھروں پر بم گرتے ہیں تو وہ قرآن کے انہی الفاظ سے تسلی پاتے ہیں جو انہوں نے راتوں کو چراغوں کی روشنی میں دہرائے تھے۔قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ آزمائش ایمان والوں کے لیے صاف کرنے والی آگ کی مانند ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ (العنکبوت) کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ صرف یہ کہہ کر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ غزہ کی سرزمین آج اسی آیت کی زندہ تفسیر بن گئی ہے۔ یہاں جو لوگ

ہیں، وہ صرف قرآن پڑھتے نہیں بلکہ اسے اپنے خون، اپنے صبر، اپنے بچوں کی مسکراہٹوں اور اپنی شہادتوں سے لکھتے ہیں۔

تیرہ سالہ بچہ ''جہاد المصری'' شہادت سے صرف دو ہفتے پہلے اس نے ایک خواب دیکھا۔ خواب میں نبی کریم ﷺ کی مجلسِ علم قائم تھی۔ صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ منظر سمندر کا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جہاد کو بلایا: آ جاؤ۔ بچے نے عرض کیا: میں تیرنا نہیں جانتا۔ تب آپ ﷺ نے خود اسے اپنے مبارک کندھوں پر اٹھایا اور سمندر میں لے گئے۔ دو ہفتے بعد وہی جہاد عین ساحل سمندر پر اپنے والد کے ساتھ شہید ہو گیا۔

کچھ دن پہلے ایک منظر دیکھا۔ غزہ کا ایک ننھا حافظ یہی کوئی آٹھ دس برس کا رہا ہو گا بالکل میرے شہید بیٹے ''محمد'' جیسا چہرہ۔ سر پر تپتا سورج، چاروں طرف ملبہ... وہ ننھا حافظ ٹوٹے ہوئے کنکریٹ کے ایک ٹکڑے کے معمولی سے سائے میں بیٹھا ہوا ہے... اور قرآن کریم کھول کر تلاوت میں اس قدر منہمک ہے کہ اس کو معلوم ہی نہیں کوئی اس کی ویڈیو بنا رہا ہے۔ جیسا کہ وہ جانتا ہو کہ قرآن مجید ہی وہ سایہ ہے، جو دنیا کی شدید ترین دھوپ اور سخت حالات میں بھی دل کو ٹھنڈک عطا کر دیتا ہے اور محشر کے اس میدان میں بھی، جب ہر انسان پسینے میں ڈوبا ہوا ہو گا۔

غزہ آج پوری امت کے لیے آئینہ ہے۔ ہم جو آرام دہ گھروں میں بیٹھے قرآن کی تفسیر پڑھتے ہیں، لیکن عمل پھر بھی نہیں تو ہمیں اہل غزہ کا آئینہ سامنے رکھنا چاہیے۔ وہ جہاں بم گرتے ہیں وہاں قرآن پڑھتے ہیں۔ ہم جہاں آرام کرتے ہیں وہاں بھی اکثر غافل رہتے ہیں۔ وہ جہاں بھوکے رہتے ہیں وہاں بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم جہاں سیر ہو کر سوتے ہیں وہاں بھی اکثر ناشکری کرتے ہیں۔ ہمارے لیے سب کچھ یہی ''دنیا'' ہے۔ جبکہ وہ اپنے لیے ''آخرت'' کو پسند کیے ہوئے ہیں۔ آہ! رشک آتا ہے اُن پر جنہوں نے سمجھا دیا کہ جب انسان پر سب دروازے بند ہو جائیں، جب آسمان سے آگ برسے، جب زمین خون سے سرخ ہو جائے، جب راتیں کرب سے بھری ہوں، تب بھی اگر دل میں اللہ کا کلام زندہ ہو تو انسان نہ صرف زندہ رہتا ہے بلکہ زندہ رہنے کا مطلب ہی بدل دیتا ہے۔

10-علم وتفقہ کی سلیمانی دعاء:

یا مُفَهِّمَ سُلَيمَانَ فَهِّمْنِيَ الاَحكَامَ

ترجمہ: اے سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھ عطاء کرنے والے! مجھے بھی احکامِ شرعیہ کی سمجھ عطاء فرمادیں۔

فائدہ: یہ دعاء سورۃ الأنبیاء کی آیت نمبر (٧٩) سے ماخوذ ہے۔

11-جدل وجدال کے فتنے سے بچنے کی دعاء:

رَبِّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَكُونَ مِمَّنْ يُّجَادِلُ فِي اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ.

ترجمہ: یارب! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوجاؤں، جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں بغیر کسی علم وہدایت اور روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ دعاء سورۃ الحج کی آیت نمبر (٨) سے ماخوذ ہے۔

12-قرآنی علوم کے حصول کی قرآنی دعاء:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ لِيَ الْقُرْآنَ هُدًى وَّشِفَاءً، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَأَعُوْذُ بِكَ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فِيْ آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى.

ترجمہ: یااللہ! قرآن کریم کو میرے لیے ہدایت کا باعث اور شفاء کا ذریعہ بنادیں اور مجھے کامل مؤمنین میں سے بنادیں اور میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوجاؤں، جن کے کان (حق سننے سے) بوجھل ہیں اور یہ قرآن ان کے لیے مزید گمراہی کا ذریعہ ہے۔

فائدہ: یہ دعاء سورۃ فصلت کی آیت نمبر (٤٤) سے ماخوذ ہے۔

13-دعوت دِین کی مؤثر دعاء:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

ترجمہ: یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم فرمانبرداروں میں سے ہیں۔

فائدہ: یہ دعاء سورۃ فصلت کی آیت نمبر (۳۳) سے ماخوذ ہے۔

14-مؤثر داعی بننے کی دعاء:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ دَاعِياً إِلَى سَبِيْلِكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْمُجَادَلَةِ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ وَاجْعَلْنِيْ من الْمُهْتَدِيْنَ[النحل:125]

ترجمہ: یا اللہ! مجھے اپنے راستے کا حکمت، اچھی نصیحت اور بہترین طریقے سے حجت پیش کرنے والا داعی بنادیں اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں فرمادیں۔

فائدہ: یہ دعاء سورۃ النحل کی آیت نمبر (۱۲۵) سے ماخوذ ہے۔

15-حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، أَنْتَ رَبِّيْ، تَعَالَيْتَ فَوْقَ عَرْشِكَ، وَجَعَلْتَ عَلَى مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ خَشْيَتَكَ، فَأَقْرَبُ خَلْقِكَ مِنْكَ مَنْزِلَةً أَشَدُّهُمْ لَكَ خَشْيَةً، وَمَا عِلْمُ مَنْ لَمْ يَخْشَكَ، أَوْ مَا حِكْمَةُ مَنْ لَمْ يُطِعْ أَمْرَكَ.

مصنف ابن أبي شيبه، رقم الحديث: ۲۹۳۸۱.

ترجمہ: آپ کی ذات پاک و بلند تر ہے۔ یا اللہ! آپ میرے رب ہیں۔آپ اپنے عرش پر بلند ہیں۔ اور آپ نے آسمان و زمین کی مخلوقات پر اپنی خشیت (خوف) کو لازم قرار دیا ہے۔مخلوقات میں آپ کے سب سے زیادہ قریب وہی ہیں، جن میں آپ کی خشیت (خوف) سب سے زیادہ ہے۔اس شخص کا علم کسی کام کا نہیں جو آپ سے ڈرتا نہ ہو یا اس شخص کی دانائی کسی کام کی نہیں جو آپ کی اطاعت نہ کرے۔

16-علمِ نافع کے حصول کی دعاء:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ، وَزِدْنِيْ عِلْمًا.

سنن الترمذي، رقم الحديث: 3599.

ترجمہ: یا اللہ! جو علم آپ نے مجھے دیا ہے، اسے میرے لیے نافع بنادیں اور ایسا (مزید) علم عطاء فرمادیں جو مجھے نفع پہنچائے اور میرے علم میں اضافہ فرمادیں۔

17- علمِ غیر نافع سے پناہ:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَمِنْ دُعَاءٍ لَا يُسْمَعُ.

سنن أبي داود، رقم الحديث: 1548.

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں، جو نافع نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں آپ کا خوف نہ ہو اور ایسے نفس سے جو (خواہشات سے) بھرتا نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔

18- علمی فتنے اور غیر مقبول عمل سے بچنے کی دعاء:

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعاء نقل فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَعَمَلٍ لَا يُرْفَعُ، وَقَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَقَوْلٍ لَا يُسْمَعُ.

مصنف ابن أبي شيبه، رقم الحديث: ٢٩١٢٨.

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع نہ دے، ایسے عمل سے جو قبول نہ کیا جائے، ایسے دل سے جس میں خوفِ الٰہی نہ ہو اور ایسے کلام سے جس کی سنوائی نہ ہو۔

19- مقبول عمل، رزقِ واسع اور نافع علم کی دعاء:

حضرت سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یہ دعاء مانگا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا طَيِّبًا وَّعَمَلًا مُتَقَبَّلًا.

مسند احمد، رقم الحديث: 26521

ترجمہ: یا اللہ! میں آپ سے نفع مند علم، حلال اور پاکیزہ رزق اور مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔

20-حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب بیداری میں علم میں اضافہ کی دعاء:

لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي، وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اَللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا، وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، وَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

سنن أبي داود، رقم الحديث: 5061.

ترجمہ: (یااللہ!) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔آپ کی ذات پاک و بلند تر ہے۔ یااللہ! میں آپ سے اپنے گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کی رحمت کا طلب گار ہوں۔ یااللہ! میرے علم میں اضافہ فرمادیں اور ہدایت کے بعد میرے دل کو حق سے مت پھیریں اور مجھے اپنی طرف سے خصوصی رحمت عطاء فرمادیں، بے شک آپ بہت زیادہ عنایت فرمانے والے ہیں۔

فائدہ: اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو نیند سے بیدار ہوتے تو یہ دعاء مانگا کرتے تھے۔

(جاری ہے)

بقیہ: محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امت پر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تحفظ واجب ہے اور اس کے لئے عشاق نے ہر دور میں نئی تاریخ رقم کی ہے، مگر آج کے جدید دور میں سوشل میڈیا پر ناموس پیغمبر کے خلاف نام نہاد مسلمانوں کی طرف سے مسلسل ہرزہ سرائی امت مسلمہ کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

(14) اصحاب رسول اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا: صحابہ کرام اور اہل بیت عظام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے براہِ راست شاگرد اور اسلامی تعلیمات کو نقل کر کے امت مسلمہ تک پہنچانے والا طبقہ ہے جس کے بارہ میں قرآن پاک کے واضح نصوص موجود ہیں، ان کے بارہ میں بدگمانیاں پیدا کرنا اور ببانگ دہل ان کو معیار حق تسلیم کرنے سے انکار کرنا، ان کو ہدف تنقید بنانا ان کے استحقاق کو مجروح کرنا محبت رسول کے منافی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے صرف اس لئے انکار فرمایا تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف زبان درازی کرتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام سے محبت رکھنا بھی محبت رسول کا لازمی نتیجہ ہے۔

عبداللہ ہاشمی

زیادہ سمجھدار کون...؟؟

اللہ تعالیٰ ہماری سوچ اور سمجھ کی اصلاح فرمائیں۔آمین

دنیا میں بسنے والے بہت سے لوگ اپنے بارے میں دوسروں سے زیادہ سمجھدار ہونے کا گمان رکھتے ہیں۔

پھر ان میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جو صرف دل ہی دل میں خود کو دوسروں سے زیادہ عقل مند سمجھتا ہے،اور اس کی کوشش یہ بھی ہوتی ہے کہ اس خیال کی خبر دوسروں تک نہ پہنچے۔جبکہ ایک دوسرا طبقہ ایسا ہے جس کے دل میں اپنے بارے میں یہ گمان اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے ہر وقت اپنی دانش وفہم کے دعوے رنگ بدل بدل کر بارش کی طرح برستے رہتے ہیں۔اگر اس کی کوئی نمایاں مثال دیکھنی ہو تو زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں،ہمارے پڑوس میں بیٹھے"مودی" پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

صرف یہی نہیں،بلکہ ایک تیسرا طبقہ بھی ہے۔یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی عقل وفہم پر اس قدر اعتماد ہوتا ہے کہ انہیں اپنی رائے سے بڑھ کر کوئی رائے دکھائی نہیں دیتی۔پھر اگر انہیں اقتدار،اختیار اور قانون نافذ کرنے کی قوت بھی مل جائے تو گویا ان کی عقل ہی معیارِ حق بن جاتی ہے،ان کی رائے دستور کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور ان کی خواہش قانون کا روپ دھار لیتی ہے۔وہ صرف خود اس پر عمل کرنے پر اکتفا نہیں کرتے،بلکہ پوری دنیا کو بھی اسی سانچے میں ڈھالنے پر تُل جاتے ہیں۔اگر اس طبقے کی کوئی نمایاں مثال دیکھنی ہو تو دنیا کی بڑی طاقتوں کے بعض حکمرانوں کے طرزِ عمل پر ایک نظر ڈال لیجیے،جو اپنی رائے کو پوری دنیا پر نافذ کرنے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔یہ ایک دردناک موضوع ہے،اس لیے مزید آگے نہیں بڑھتے۔اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو اس طبقے کے شر سے محفوظ فرمائے،آمین۔

اب جبکہ اکثر لوگ اپنے آپ کو زیادہ عقل مند سمجھتے ہیں،سوال یہ ہے کہ حقیقت میں سب سے زیادہ

سمجھدار کون ہے؟ آخر وہ کون سا آئینہ ہے جس میں اپنی عقل وفہم کو دیکھ کر ہر انسان جان سکے کہ وہ حقیقت میں کتنا اور کیسا فہم رکھنے والا ہے؟

ویسے تو قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے "اولوا الالباب" کا تذکرہ فرمایا ہے، جن کی روشنی میں حقیقی عقل وفہم کا معیار معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بہرحال قرآنِ مجید کے ان اعلیٰ اور جامع مضامین تک رسائی کے لیے رسول اللہ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ آقا مدنی ﷺ نے قرآنِ مجید کے اس معیارِ عقل وفہم کو نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔

آئیے! رسول اللہ ﷺ کی مجلسِ مبارک میں حاضر ہوتے ہیں، جہاں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں یہی سوال عرض کرتے ہیں، اور جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ رہتی دنیا تک کے لیے "حقیقی سمجھ داری" کا معیار واضح فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کی مجلسِ مبارک میں حاضر دس افراد میں شامل تھا کہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

مَنْ أَكْيَسُ النَّاسِ وَأَكْرَمُ النَّاسِ يَارَسُولَ اللهِ؟

یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھدار اور سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ، وَأَشَدُّهُمْ اسْتِعْدَادًا لَهُ، أُولَئِكَ هُمُ الْأَكْيَاسُ، ذَهَبُوا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْآخِرَةِ.

"جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا ہو اور اس کے لیے سب سے زیادہ تیاری کرنے والا ہو۔ یہی لوگ درحقیقت سب سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ یہی لوگ دنیا کی عزت اور آخرت کی کرامت لے گئے۔"

(إحياء علوم الدين، كتاب ذكر الموت وما بعده، ص: 1828)۔ یہ روایت الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ المستدرک علی الصحیحین للحاکم، سنن ابن ماجہ اور دیگر کتبِ حدیث میں بھی مروی ہے۔

ذرا غور کیجیے! رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ سمجھدار انسان کی نشانی یہ نہیں بیان فرمائی کہ وہ سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو، یا سب سے زیادہ مال جمع کرنے کی فکر میں مصروف ہو، یا دنیاوی معاملات میں

سب سے زیادہ کامیاب ہو، بلکہ معیار یہ بیان فرمایا کہ وہ موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا اور اس کے لیے سب سے زیادہ تیاری کرنے والا ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ موت کی یاد انسان کی نگاہ کو دنیا سے اٹھا کر آخرت پر جما دیتی ہے، اور جس کی نگاہ آخرت پر جم جائے، اس کی زندگی کے تمام فیصلے خود بخود درست سمت اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر اس کے فیصلے بھی بدل جاتے ہیں، اس کی ترجیحات بھی، اس کی محنت بھی اور اس کی زندگی کا رخ بھی۔ اس کے برعکس جب آخرت نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو دنیا کی چمک انسان کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے، اور وہ اپنی سمجھ داری کے زعم میں مبتلا ہو کر حقیقی کامیابی ہی کو بھول بیٹھتا ہے۔

چلیے! اب " مدینہ مدینہ" سے واپسی پر ایک لمحہ حضرت اقدس امیر محترم حفظہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں بھی حاضر ہوتے ہیں۔ دیکھیے! حضرت اقدس حفظہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس مبارک تعلیم کو کس درد، سوز اور خیر خواہی کے ساتھ ہمارے دلوں میں اُتار رہے ہیں:

" موت ہم سب پر لازماً آنی ہے...... اور ہم سب اس سے غافل ہیں...... عجیب عجیب اور فضول فکریں ہمارے دل و دماغ پر سوار ہیں...... آنسو ہیں مگر خوف اور خشیت کے نہیں...... ناشکری اور شکوے کے...... وظیفے اور دعائیں ہیں، ساری کی ساری اس فانی دنیا کے لیے...... اسی دنیا کے پیچھے دوڑتے دوڑتے ہم ایک دم قبر میں جا گرتے ہیں، اور تب پتا چلتا ہے کہ...... اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے......

ایسے ماحول میں اس موضوع کو جتنا پھیلایا جائے، مفید ہے...... کم از کم دل میں فکر تو پیدا ہو جائے...... کم از کم ایک آنسو تو سچی خشیت والا ٹپک پڑے...... کم از کم کسی تنہائی میں ایک بار تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ: مالک! آپ کے پاس آنا ہے اور دامن خالی ہے، حسنِ خاتمہ نصیب فرما دیجیے۔

بس یہ فکر دل میں پیدا ہوتے ہی انسان کام والا بن جاتا ہے...... مخلص، محنتی اور نہ تھکنے والا...... اور دنیوی اغراض پر نہ گرنے والا...... یہ فکر مومن کو چست اور متحرک بناتی ہے، اور اس کی زندگی کو سکون، نور اور خوشبو سے بھر دیتی ہے۔

یہ وہ فکر نہیں ہے جو انسان کو گھر بٹھا دے...... یہ تو وہ فکر ہے کہ کٹی ٹانگ کے ساتھ بھی جہاد میں آگے چلاتی ہے کہ...... میں نے اپنے مالک سے ملنا ہے، اس کو زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے،

بقیہ صفحہ ۱۹ پر

مایوسی کیوں؟

محمد بن جمیل (متعلم جامعۃ الصابر)

یہ پروپیگنڈا تو عرصے سے کیا ہی جا رہا تھا کہ اسلام اس دور میں اجتماعی سطح پر روبہ عمل نہیں آسکتا لیکن ابھی یہ خیال بھی لوگوں کے دل میں پیدا ہونے لگا ہے کہ انفرادی زندگی میں بھی دین پر عمل کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے اور موجودہ ماحول میں دین پر قائم رہنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ خیال بھی ایک شدید دھوکے سے کم نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہم ایک ایسے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں جس میں چاروں طرف سے ہم پر فتنوں کی بارش برس رہی ہے، سیاست اور معیشت سے لے کر انفرادی زندگی اور گھریلو ماحول تک ہر جگہ فساد برپا ہے، مسلمان جہاں کہیں آباد ہیں، غیروں کے جود وستم کا شکار ہیں یا آپس کی پھوٹ میں مبتلا ہیں، باطل قوتیں ہر جگہ انہیں للکار رہی ہیں اور وہ ان کے خوف اور رعب سے دبتے اور پستے چلے جا رہے ہیں۔ "اسلام" جو ان مصائب کا واحد علاج تھا عملی زندگی سے خارج ہو چکا ہے، دلوں میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا ہے کہ اگر کوئی شخص اسلامی احکام پر ٹھیک ٹھیک عمل کرنا بھی چاہے تو گرد و پیش کا فساد اس کے لیے ہر قدم پر رکاوٹ بنے گا۔

بازار سود اور سٹہ سے بھرے ہوئے ہیں، جھوٹ اور دھوکہ بازی کوئی عیب نہیں رہا، عریانی اور فحاشی کا یہ عالم ہے کہ نگاہوں کو جائے پناہ اور تصور کو راہ فرار نہیں ملتی اور حلال کمائی کے راستے رفتہ رفتہ کم ہوتے چلے جا رہے ہیں، جبکہ حرام اور ناجائز آمدنیوں کو شیر مادر سمجھ لیا گیا ہے، اولاد ماں باپ سے باغی ہو رہی ہے اور اگر کچھ لوگ دین کے احکام پر پوری طرح عمل پیرا ہونا چاہتے بھی ہیں تو نئی نسل پر قابو پانے کا راستہ سمجھ میں نہیں آتا، قدم قدم پر شر و فساد کے محرکات ہیں جو اس جوان خون کو گمراہی اور بے راہ روی پر آمادہ کر رہے ہیں، نشر و اشاعت کے تمام ذرائع اور تفریح و ثقافت کے نام پر بداخلاقی کے تمام طریقے اس کے دل سے کھرچ کھرچ کر خدا کا خوف اور آخرت کی فکر مٹا رہے ہیں اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تک اس کے لیے

اجنبی ہوتا جا رہا ہے، یہی نسل رفتہ رفتہ آگے بڑھ کر ملک و قوم کی باگ دوڑ سنبھال رہی ہے یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ گمراہی کا یہ بڑھتا ہوا سیلاب آخر کیسے رکے گا؟ اسے کون اور کس طرح روک سکتا ہے؟ یہ سوالات ہیں جنہوں نے آج ہر مسلمان کو پریشان کیا ہوا ہے اور اب یہ پریشانی بھی رفتہ رفتہ مایوسی میں تبدیل ہونے لگی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان حالات کا تقاضا واقعتاً یہی ہے کہ ہم اپنے مستقبل سے بالکل مایوس ہو کر بیٹھ جائیں؟ اور یہ سوچ کر ہاتھ پاؤں ہلانا بھی چھوڑ دیں کہ اس دور میں دین پر عمل کرنا ممکن نہیں رہا؟ اگر آپ تھوڑا سا غور فرمائیں تو ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ملے ہوگا۔

واقعہ یہ ہے کہ گرد و پیش کے حالات خواہ کتنے ہی بد سے بدتر ہو جائیں، ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جس دین پر ہمارا ایمان ہے اس میں مایوسی کو صرف کفر کی خاصیت قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ تاریک سے تاریک ماحول اسے بددل یا مایوس کرے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دین اسلام کو پسند کر کے ہمیں زندگی گزارنے کے لیے کچھ مخصوص احکام دیئے، معاذ اللہ! کیا اس وقت باری تعالیٰ کو یہ علم نہیں تھا کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں ماحول کا بگاڑ ان احکام پر عمل کرنے کے راستے میں رکاوٹ بنے گا؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو کچھ احکام دیئے ہیں وہ اس علم کے ساتھ دیئے ہیں کہ آئندہ کیا کیا حالات پیش آنے والے ہیں اور ان حالات میں ان احکام کی تعمیل کس طرح اور کیسے ہو سکے گی؟ اس لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی بھی دور میں ان احکام پر عمل کرنا ممکن نہ رہے۔ سرکار دو عالم محمد ﷺ جہالت اور گمراہی کے جس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں مبعوث ہوئے۔ وہ کسی بھی انسان پر پوشیدہ نہیں اس دور میں دین پر عمل پیرا ہونا آج سے ہزار گنا زیادہ مشکل تھا۔ آج اگر ہم نماز روزے کی عبادت ادا کرنا چاہیں تو روئے زمین پر کوئی متنفس ہمیں روکنے والا نہیں، لیکن اس دور میں خدائے واحد کا نام لینا بھی جرم تھا۔ آج ہم اللہ کے حضور سجدہ ریزہ ہو کر اس کی بندگی کریں تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس عمل میں رکاوٹ ڈال سکے لیکن اس دور میں اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ اللہ کے گھر میں سجدۂ توحید بجا لاتے تو ان کی پشت پر نجاستوں کے انبار رکھ دیے جاتے تھے اور محض پتھروں کی خدائی کا انکار کرنے کے جرم میں پوری دنیا جان کی دشمن تھی، لیکن سرور کائنات ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہ نے اس دور میں بھی دین کی ایک ایک بات پر اس

طرح عمل کر کے دکھایا کہ دنیا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔آج دنیا کے حالات خواہ کتنے خراب کیوں نہ ہو جائیں اسلام پر عمل کرنے کی مشکلات ان مشکلات کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہیں۔اگر اسلام اُس دور میں قابل عمل تھا تو آج قابل عمل کیوں نہیں؟

درحقیقت اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم خود صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ اس پر عمل کرنا چاہتے ہی نہیں۔ماحول کی خرابی اور دنیا کے طول وعرض میں پھیلا ہوا فساد اپنی جگہ لیکن اسلام نے ایسے حالات کے لیے بھی کچھ خاص ہدایات دی ہیں، ہم انہی ہدایات کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے خرابی ماحول کو ذہن پر سوار کر کے بیٹھ گئے ہیں اور اس کے آگے ہاتھ پاؤں ہلانے کے لیے تیار نہیں ہیں، حالانکہ اگر ہم عزم و ہمت کے ساتھ چند قدم بڑھائیں تو منزل تک پہنچنے زیادہ دور نہیں۔ایسے حالات میں اسلام کی سب سے پہلی ہدایت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مستحکم کرو، نفس اور مادہ کے غلام نہ بنو، اللہ کی ذات وصفات پر اعتماد ویقین اور اس کی قدرت کاملہ کا استحضار ایک مسلمان کی سب سے بڑی دولت ہے، آج کی دنیا چونکہ اس بے قرار اور سکون نہ آشنا زندگی کا اچھی طرح تجربہ کر چکی ہے اس لیے اس کے واسطے اسلام کی دی ہوئی اس روحانی سکون کی زندگی کی طرف لوٹنا زیادہ آسان ہے، نفس اور مادہ کے گرداب سے نکلنے کے بعد جب بھی کوئی شخص اللہ سے اپنا رابطہ مضبوط کرنے کی کوشش کرے گا اسے پہلے ہی قدم پر اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی زندگی میں کیا کمی تھی، جس نے اس کے لیے آرام وراحت کے سارے وسائل کو بے کیف اور بے اثر بنایا ہوا تھا؟ انسان کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ اپنے خالق کی بندگی کرے، اس کی بتائی راہ پر گامزن رہے اور اس راہ میں آنے والی کٹھنائیوں کو ہنسی خوشی جھیل جائے، تب اسے حیات جاودانی کا ایسا جام پلایا جائے گا جو راستے کی ساری کلفتوں کو یکسر مٹا دے گا۔

اسلام کی تعلیمات میں عبادات کا شعبہ اسی مقصد کے لیے رکھا گیا ہے کہ اگر ان پر ٹھیک ٹھیک عمل کر لیا جائے تو عبادات کے یہ طریقے اللہ کے ساتھ انسان کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم بناتے ہیں، معمولی عزم ہمت اور ارادہ کے بعد اس پر عمل کوئی دشوار نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں اگر چاہیں تو ایک لمحے میں اس سارے ماحول کو بدل کر رکھ دیں، اس لیے اگر کوئی مشکل پیش آتی بھی ہے تو تھک کر بیٹھ جانے کے بجائے اس کا مقابلہ کرنا ہے۔

آج پر نظر رکھیں، صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کریں۔بس آج اور ابھی پر نظر رکھیں، نہ کل پر اور نہ آئندہ پر

جو ابھی آیا ہی نہیں۔آپ کی عمر تو بس ایک دن ہے، اسی دن کا سورج آپ کو ملا ہے اس لیے دل میں سوچیے کہ آپ نے اپنی زندگی ماضی کے سایوں اور مستقبل کی امیدوں اور توقعات کے بیچ لٹکے نہیں رہنے دینی، بلکہ اپنے حصے کی شمع روشن کرنی ہے، گھٹاٹوپ اندھیروں میں ایک کرن بھی کتنوں کیلئے سرمایہ حیات ثابت ہوسکتی ہے۔

آخری بات یہ کہ ہمارا ایمان ایک ایسے دین پر ہے جس میں تمام کامیابیوں کا مدار ایک قادر مطلق ذات پر ہے، جس کی مشیت کے بغیر دنیا کا ایک ذرہ اِدھر سے اُدھر نہیں ہل سکتا۔ پھر آخر ہمارے لیے خرابی حالت کو دیکھ کر مایوس ہونے کا کیا جواز ہے؟ ہم دور دور سے مشکلات کا شکوہ کرنے کے بجائے اس ذات کی طرف کیوں نہ رجوع کریں، اس سے کیوں نہ رستگاری چاہیں، وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

اللہ نور السموت والارض

اس نور کے سامنے ظلمتوں کی کیا اوقات کہ وہ قدم بھر جم سکیں۔ اللہ تعالیٰ مایوسی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور فہم سلیم کے ساتھ دین پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

بقیہ: اَلوَارِثُون

اور پھر سب سے بڑھ کر اطمینان دینے والی بات: هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' دنیا کی ہر خوشی عارضی ہے۔ ہر گھر چھوڑنا پڑتا ہے، ہر ملاقات ختم ہوتی ہے، ہر نعمت چھن سکتی ہے، ہر بہار خزاں میں بدل جاتی ہے۔ مگر جنت ایسی جگہ ہے جہاں نہ جدائی ہوگی، نہ موت، نہ بیماری، نہ بڑھاپا، نہ خوف، نہ غم۔ وہاں داخل ہونے کے بعد دل کو کبھی یہ خوف نہیں ہوگا کہ یہ نعمت مجھ سے چھن جائے گی۔ اس سے بڑھ کر ہمیں اور کیا چاہیے؟

آئیے! آج سے اسی راستے پر محنت شروع کرتے ہیں، جنتُ الفردوس پانے کی اس سے زیادہ آسان اور مختصر راہ اور کیا ہوگی؟ نماز تو ہم پڑھتے ہی ہیں، کیوں نہ ذرا سی اور کوشش کر کے خَاشِعُونَ بن جائیں، مزید تھوڑی سی محنت سے یُحَافِظُونَ بن جائیں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں الْوَارِثُونَ میں سے بنا دیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الْوَارِثُونَ۔ آمِینَ

مدینہ منورہ کے وہ سات نفوس قدسیہ جو اپنے دور کے لوگوں کے لیے علمی دنیا میں سکونِ قلب کا سبب تھے، جنہیں ''فقہاء سبعہ'' کے مقدس ومبارک لقب سے یاد کیا جاتا ہے، اس میں سے ایک نام سیدنا عروہ بن زبیر رحمہما اللہ کا بھی ہے۔

نام ونسب

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام ''عروۃ بن زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد'' ہے، اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ قریشی تھے۔ آپ مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم، عظیم امام تھے۔ آپ فقہائے سبعہ (مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء) میں سے ایک ہیں۔ آپ حضرت آقا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، مشہور صحابی وحواری رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ خلیفۂ راشد، خلیفۂ بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا ہیں۔

ولادت

آپ کی ولادت سن ١٣ ہجری میں ہوئی، جبکہ مُرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت سن ١٩ ہجری میں ہوئی۔ پہلا قول زیادہ مضبوط ہے۔

تعلیم وتربیت

اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ آپ کی خالہ تھی، اس لیے آپ ان کے پاس رہتے اور

علم حاصل کرتے، اگر کوئی بات سمجھ نہ آتی تو ''اے میرے امی'' کہہ کر حقیقت مسئلہ دریافت فرماتے تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کو علمی بلندیوں پر پہنچانے میں سب سے زیادہ حصہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے ہونہار بھانجے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور جو علوم و معارف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے آپ کو نصیب ہوئے وہ سب کے سب حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کو سکھانے کی بھرپور محنت فرمائی۔ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خوب دلجمعی کے ساتھ ان علوم کو اپنے سینہ میں جگہ دے کر محفوظ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال قبل ان سے مکمل علم حاصل کر چکا تھا اور میں کہتا تھا کہ اگر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو جائے تو مجھے ان کی کسی حدیث پر پچھتاوا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے ان کی تمام احادیث کو یاد کر لیا ہے۔

آپ کے اساتذہ

آپ نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت کم عمر ہونے کی وجہ سے بہت تھوڑی روایات نقل کی ہیں جبکہ اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات نقل کی ہیں، ان کے علاوہ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ، حضرت سیدنا سعید بن زید، حضرت سیدنا علی بن ابی طالب، حضرت اسامہ بن زید، حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی، حضرت سیدنا جابر، حضرت سیدنا حسن، حضرت سیدنا حسین، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت زید بن ثابت حضرت مغیرہ بن شعبہ اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حدیث حاصل کیا۔

آپ کے تلامذہ

آپ سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا، جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

آپ کے بیٹے: یحییٰ، عثمان، ہشام اور محمد نیز سلیمان بن یسار، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابن شہاب (زہری)، صفوان بن سلیم، ابوالزناد، محمد بن المنکدر، ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن (جو ''یتیم عروہ'' کے نام سے معروف تھے)، صالح بن کیسان اور دیگر بہت سے کبار تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے آپ

سے علم حاصل کیا۔

ذوق حدیث

قبیصہ بن ذویب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عروہ رحمۃ اللہ علیہ (محرم ہونے کی بنا پر) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہماری نسبت زیادہ آمدورفت کی وجہ سے ان کی احادیث کا ہم سے زیادہ علم رکھتے تھے اور لوگ ان کے علم سے مستفید ہوتے تھے۔

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:
''میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تین سال پہلے ہی ان کا دامن علم مکمل طور پر تھام لیا تھا (یعنی ان سے تمام علم حاصل کر لیا تھا)''

فقہی مقام

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علم تفسیر، علم حدیث اور دیگر کئی علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی لیکن علم فقہ کے ساتھ آپ کو خاص لگاؤ تھا اور اس علم میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا، اسی وجہ سے آپ کا شمار مدینہ منورہ کے ان فقہاء میں ہوتا ہے جن کے فتوے پر اہل اسلام عمل کرتے تھے، حافظ ابن اکثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اہل علم کی ایک بڑی جماعت نے حضرت عروہ کو مدینہ منورہ کے ان سات فقہاء میں شمار کیا ہے جن کی فقہ کو لوگ حرف آخر سمجھتے تھے اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور خلافت میں جن دس فقہاء کی طرف رجوع کرتے تھے ان میں حضرت عروہ بھی شامل تھے۔''

مشہور مؤرخ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فقہی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مدینہ منورہ کے بڑے فقہاء میں حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، ان کا فقہی مقام اتنا بلند تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بسا اوقات دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع فرماتے تھے۔''

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی مسائل کو مستقل کتاب میں لکھا، لیکن بعد میں ان کو جلا دیا کہ کہیں یہ مسائل کتاب اللہ کے ساتھ خلط ملط نہ ہو جائیں جس پر اکثر آپ افسوس بھی کرتے تھے کہ کاش وہ کتب فقہ ضائع نہ ہوتیں، آپ کے صاحبزادے حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (جنگِ حرہ کے موقع پر) اپنی فقہ کی کچھ کتابیں جلا دی تھیں۔

بعد میں وہ فرمایا کرتے تھے: ''کاش! میں نے انہیں جلانے کی بجائے اپنے اہل وعیال اور مال کو ان پر قربان کر دیا ہوتا۔''

ذوق عبادت

ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ روزانہ قرآن مجید کے چوتھائی حصے کی تلاوت قرآن مجید کو دیکھ کر کیا کرتے تھے اور پھر رات میں اسی (حصے) کو نمازِ تہجد میں پڑھتے تھے۔انہوں نے اس معمول کو کبھی نہیں چھوڑا۔اور جب تازہ کھجوروں کا موسم آتا، تو آپ اپنے باغ کی باڑ میں راستہ بنادیتے تاکہ لوگ داخل ہو کر کھائیں اور اپنے ساتھ لے بھی جائیں۔''

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میرے والد مسلسل روزے رکھا کرتے تھے سوائے عیدالفطر اور یوم النحر (قربانی کے دن) کے،اور روزے کی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔''

زھدوتقویٰ

حضرت عبداللہ بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد (عروہ رحمۃ اللہ علیہ) نے طشت میں اپنے (بیماری سے) کٹے ہوئے پاؤں کو دیکھا تو فرمایا:

''بے شک! اللہ جانتا ہے کہ میں اس (پاؤں) کے ساتھ کبھی کسی گناہ کی طرف نہیں چلا۔''

استغناءوتوکل

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''کتنے ہی عاجزی وبرداشت کے کلمات ایسے ہیں جو میں نے سہے اور ان برداشت کیے گئے کلمات نے مجھ ایک عزت ووقار سے نوازا۔''

[ملخص وماخوذ از سیر اعلام النبلاء وتھذیب التھذیب]

اَلْوَارِثُوْنَ

ام محمد

گوشۂ مومنات

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے مجھے اور آپ کو جنتُ الفردوسِ الاعلیٰ کا وارث بنائے۔آمین ثم آمین یارب العالمین!

یہ دنیا گھٹن سے بھری جگہ ہے جب دل بے چین ہوتا ہے،سوالات ذہن کو گھیر لیتے ہیں تو دل بے اختیار قرآنِ پاک کی طرف مائل ہوتا ہے،کیونکہ دل کے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب اللہ تعالیٰ کے کلام ہی میں ملتا ہے۔بہت بار ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ ہم ایسا کیا کریں کہ جلد کامیاب ہو جائیں اور جنت کو پالیں؟ ہم اس قدر سہل پسند ہو چکے ہیں کہ زندگی کے ہر معاملے میں شارٹ کٹ ڈھونڈتے ہیں۔سو ایک دن میں بھی اسی شارٹ کٹ کی تلاش میں نکل پڑی۔سوچنے لگی کہ کیا جنت تک پہنچنے کا بھی کوئی مختصر اور آسان راستہ ہے؟ کوئی ایسا راستہ،جو مجھے جلد اور بآسانی جنت کا وارث بنا دے؟اور جیسے ہی میں پہنچی سورۂ مومنون پر،میں نے پہلی آیت پڑھی:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ:یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے۔

یہ آیت نہایت مختصر ہے،مگر قرآنِ پاک کے ایک عظیم اصول کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے کہ حقیقی کامیابی صرف ایمان والوں کے لیے ہے۔کامیابیاں تو ہیں ہی ماننے والوں کے لیے،انکار کرنے والوں کے لیے تو ناکامیاں ہی ناکامیاں ہیں۔لیکن یہ ماننے والے کون ہیں؟ صرف زبان سے کلمۂ شہادت پڑھ کر گواہی دینے والے؟

نہیں!

اگلی ہی آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود ہی ان کی صفات بیان کر دیں کہ میرے نزدیک اصل مومن کون

ہیں؟ وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی کی خوشخبری دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَلَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ

وہ لوگ جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

ماننے والوں کی پہلی صفت ''خشوع والی نماز'' بیان فرمائی۔ ''خشوع'' کا مطلب صرف نماز پڑھنا نہیں، بلکہ دل کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا، اس کی عظمت کو محسوس کرنا اور یہ شعور رکھنا ہے کہ میں اس وقت اپنے رب کے سامنے کھڑی ہوں۔ ایسی نماز جس میں جسم بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوتا ہے اور دل بھی۔ یقین جانیے! ہم نے تو کبھی یہ جاننا ضروری ہی نہیں سمجھا کہ ہماری نماز خشوع والی ہے یا نہیں؟ ہم نے نماز کو بس ایک فرض سمجھ لیا ہے جو ادا کرنا ضروری ہے۔ ہم نماز کے لیے کھڑی تو ہو جاتی ہیں، مگر ہمارا دل کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر نہیں ہوتا۔ جسم قبلہ رُخ ہوتا ہے، مگر دل کہیں اور ہوتا ہے۔ کبھی بچوں کی فکر، کبھی گھر کے کام، کبھی موبائل اور کبھی دنیا کے دوسرے معاملات میں الجھا ہوا۔ زبان سے نماز کی چند یاد کی ہوئی تسبیحات ادا ہو رہی ہوتی ہیں، مگر ہمارا ذہن کہیں بھٹک رہا ہوتا ہے۔ ہم جلدی جلدی چند رکعات ادا کر کے سمجھتی ہیں کہ فرض پورا ہو گیا، حالانکہ اگر ہماری نماز ہمارے دل کو نرم نہیں کر رہی، ہمارے اخلاق نہیں بدل رہی، ہمیں گناہوں سے نہیں روک رہی، تو پھر ہمیں ایک لمحے کے لیے رک کر اپنی نماز کا جائزہ لینا چاہیے کہ میں واقعی نماز پڑھ رہی ہوں یا نماز کے نام پر صرف چند حرکات وسکنات پوری کر رہی ہوں؟

''خشوع'' محض نماز کے اندر کی ایک کیفیت نہیں ہے یہ تو اس بات کی علامت ہے کہ ہمارا دل اپنے رب کو کس قدر جانتا ہے؟ نماز کا اصل مقصد ہی یہ تھا کہ چند لمحوں کے لیے دنیا کی ہنگامہ خیزی سے دامن چھڑا کر اپنے رب کے حضور جا بیٹھیں، اُس سے جڑ جائیں۔ ''خشوع'' تو یہ ہے کہ جب ہم نماز میں کھڑے ہوں تو دل کو یہ احساس ہو کہ میں اُس مالک کے سامنے ہوں جو میرے دل کے ہر راز سے واقف ہے، میری خاموش سسکیوں تک کو جانتا ہے، مجھے بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے اور مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے ...... پھر کیسے نہ دل پکارے کاش! رب کے حضور یہ چند لمحے یوں ہی تھمے رہیں، اور یہ ملاقات ختم ہونے کا نام نہ لے۔ دنیا میں اگر کوئی عزیز اپنے قیمتی وقت کے چند لمحے دے کر ہماری بات سن لے تو دل خوشی

سے بھر جاتا ہے۔تو پھر سوچیں! بادشاہوں کا بادشاہ رب العالمین ہمیں دن میں پانچ مرتبہ اپنے حضور بلاتا ہے، پھر ہم اس ملاقات کو جلدی جلدی میں کیوں سمیٹ دیتے ہیں؟ اسے محض ایک فرض سمجھ کر کیوں نمٹا دیتے ہیں؟ کیوں نہ نماز کو ایسی ملاقات بنا دیں جس کے ختم ہونے پر دل چاہے کہ کاش! یہ چند لمحے کچھ اور ٹھہر جاتے......

کبھی نماز میں یہ سوچ کر دیکھیے کہ شاید یہ ہماری زندگی کی آخری نماز ہو......شاید اس کے بعد ہمیں اس دنیا میں دوبارہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا موقع نہ ملے۔

تو کیا پھر بھی ہم اسے یوں ہی جلدی جلدی ادا کریں گی؟

نہیں! پھر تو ہر لفظ پر دل ٹھہرے گا، ہر آیت کو سمجھنے کی کوشش ہوگی، رکوع میں عاجزی ہوگی اور سجدے میں دل اپنے رب کے حضور بکھر جائے گا۔

ہمیں نماز میں خشوع تلاش کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنے دل کو بدلنے کی ضرورت ہے۔کیونکہ جب دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت اُتر جائے تو سجدہ محض ایک فرض ایک عمل نہیں رہتا بلکہ دل کا سکون بن جاتا ہے اور پھر اس سکون کے بغیر انسان خود کو ادھورا محسوس کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کامیاب مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ابتدا بھی نماز سے فرمائی اور اختتام بھی نماز ہی پر فرمایا۔ابتدا میں فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ فِیۡ صَلَاتِھِمۡ خَاشِعُوۡنَ چند صفات اور بیان کی پھر آخر میں فرمایا:

وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِھِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ”اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کیا ہی خوبصورت انداز ہے! ابتدا میں نماز کے اندر کا حال بیان فرمایا کہ دل اپنے رب کے سامنے جھکا ہوا ہو، اور اختتام پر نماز کے باہر کا اہتمام بتایا کہ نماز وقت کی پابندی، اہتمام اور فکر کے ساتھ ادا کی جائے۔گویا ہماری نماز محض ایک فرض عمل نہ رہے بلکہ نماز میں ہمارا دل بھی حاضر ہو اور نماز کے بعد ہماری زندگی بھی اس کے نور سے سنورتی چلی جائے۔یہی نماز کا حسن ہے کہ وہ قیام وسجود سے شروع ہو کر زندگی کے ہر پہلو پر اپنا اثر چھوڑ دے۔اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کبھی کبھی نماز پڑھتے ہیں، بلکہ

فرمایا: "یُحَافِظُونَ" وہ نمازوں کی "حفاظت" کرتے ہیں۔

یعنی نماز اُن کی زندگی میں آنے والی کوئی معمولی عبادت نہیں، بلکہ ایک مستقل ذمہ داری، محبوب عمل اور زندگی کا لازمی فریضہ ہے۔ نماز کی حفاظت دراصل اپنے ایمان کی حفاظت ہے۔ جو شخص نماز کو سنبھال لیتا ہے، وہ اپنے رب سے جڑے رہنے کا راستہ سنبھال لیتا ہے۔ جیسے ہر ملاقات کو یادگار اور خوبصورت رکھنے کیلیے بہت شاندار انتظامات کیے جاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو خوبصورت اور مزین کیا جاتا ہے دو چیزوں سے...... خشوع اور حفاظت...... خشوع سے اس کا حسن نکھرتا ہے، اور حفاظت سے اس کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ خشوع ہمیں نماز کی روح عطا کرتا ہے، اور حفاظت ہمیں اس روح کو زندگی بھر زندہ رکھنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ یوں نماز صرف ہمارے معمول کا حصہ نہیں رہتی، بلکہ ہماری پوری زندگی کو اپنے رب سے جوڑنے والی ڈور بن جاتی ہے۔ اور پھر اسکے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ، الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

"یہی لوگ وارث ہیں، جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے صرف یہ نہیں فرمایا کہ انہیں جنت ملے گی، بلکہ فرمایا: هُمُ الْوَارِثُونَ یہی لوگ وارث ہیں۔ وارث وہ ہوتا ہے جسے کوئی قیمتی چیز مستقل طور پر عطا ہو جائے اور پھر وہ اس کا مالک بن جائے۔ گویا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ذریعے جس جنت کے لیے کوشش کرتا رہا، آخرت میں اسے اس کا مستقل ٹھکانہ عطا کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام جنتوں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ خاص طور پر فرمایا: الْفِرْدَوْسَ "فردوس جنت کا نہایت بلند اور افضل مقام ہے۔"

کتنی خوبصورت بات ہے کہ جو لوگ دنیا میں اپنے رب کی خاطر اپنے نفس کی خواہشات کو چھوڑ دیتے ہیں، اور اپنے اندر وہ صفات پیدا کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات قرار دیا ہے، اور ان صفات میں سب سے پہلے نماز ہے۔ ایسی نماز جس میں خشوع ہو یعنی دل اپنے رب کے سامنے جھکا ہو، اور ایسی نماز جس کی حفاظت انسان اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے

تو اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں ایسی نعمت عطا فرمائے گا جس کے سامنے دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔

بقیہ صفحہ ۳۸ پر

کارگزاری شعبہ جات

شعبہ المؤمنات

شہداء کرام کی مبارک قربانیوں اور حضرت شیخ حفظہ اللہ کی توجہات اور دعاؤں سے ملنے والی عظیم الشان نعمت ** جماعت المؤمنات * کی ضلعی تشکیلات کے سلسلہ میں آج صوبہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے 7 اضلاع میں ضلعی تشکیلات کا باقاعدہ اعلان اور نفاذ ہوگیا۔(الحمدللہ رب العالمین) ان تشکیلات کے بعد ضلعی تشکیلات کی تعداد 55 ہوگئی ہے۔

شعبہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لدعوۃ الایمان

شاہ لطیف ٹاؤن کراچی میں ایک سابقہ ہندو جوڑے نے اسلام میں دلچسپی دکھائی۔ساتھیوں کی توجہ اور محنت سے بالآخر اس جوڑے نے (جن کی عمر بالترتیب 52 اور 41 سال ہے) کلمہ شہادت پڑھ کر قبول اسلام کا اعلان کیا۔

(ضلع حیدرآباد، حلقہ کوٹری، یونٹ مل ایریا)

صوبائی معاون کی قیادت میں جماعت صبح 11 بجے تشکیلی مسجد پہنچی۔معمولات پورے کرنے کے بعد نماز عصر جماعت گشت کے لیے نکلی۔مسلمانوں کو نماز اور مسجد آنے کی دعوت دی گئی، جبکہ غیر مسلمین کی جھگیوں کی بستی میں دعوتِ ایمان پیش کی گئی۔14 غیر مسلمین اور 33 مسلمانوں تک دعوت پہنچائی گئی۔

(صوبہ خیبر پختون خوا)

24 گھنٹے کی چار دعوتی جماعتیں نکلیں جن کی کارگزاری کچھ یوں ہے:

جماعت اول: مقامِ خروج: غازی (ہری پور) مقامِ تشکیل: گاؤں گھڑی میرا۔ جماعت دوم: مقامِ خروج: مسجد احیاءِ سنت بڈھ بیر (پشاور) مقامِ تشکیل: باڑہ بازار۔ جماعت سوم: مقامِ خروج: بنوں مرکز

۔مقامِ تشکیل: مسجد نور الھدیٰ بنوں بازار۔جماعت چہارم: مقام خروج: کوہاٹ مرکز خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔ مقام تشکیل: کینٹ ایریا گلی نمبر 9۔مجموعی بیانات: 14 بیانات میں شرکاء: 270 گشت: 11 مقامات۔ گشت میں ملاقات: 86 افراد۔غیر مسلمین سے ملاقات: 27 افراد

کارگزاری دورہ نائب صوبائی خیبر پختونخوا

20 اگست، بروز جمعرات پشاور میں تقریبِ رونمائی میں شرکت ہوئی۔ 21 اگست، بروز جمعہ: ایبٹ آباد کا دورہ ہوا۔ 22 اگست، بروز ہفتہ: ٹوپی اور صوابی کا دورہ ہوا۔ 23 اگست، بروز اتوار: صوابی کی یک روزہ جماعت کے ساتھ روانگی ہوئی۔عشاء کے بعد صوابی کے ایک بڑے پادری، جو تین گرجا گھروں کی ذمہ داری سنبھال رہے ہیں، سے ان کے گھر پر اہلِ خانہ سمیت تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی خوشگوار اور تفصیلی ملاقات ہوئی۔ تین چار مشترک امور پر گفتگو ہوئی اور ان کی طرف سے آئندہ جلد دوبارہ ملاقات کی خواہش بھی ظاہر کی گئی۔

دورہ ناظم شعبہ بمعہ صوبائی منتظم ڈی جی خان ڈویژن

25 اگست تا 28 اگست علی پور جتوئی، لیہ، تونسہ، ڈیرہ غازی خان، کوٹ ادو، راجن پور، روجھان کے پروگراموں میں شرکت ہوئی۔

نوٹ: ان تمام اجتماعات میں مجلس حضوری اور مشی للہ کی پرزور ترغیب دی گئی اور سب شرکاء سے وعدے لئے گئے۔

شعبہ المرابطون بزم یوسفی

27 اگست کو اول مرحلہ ڈویژن تقریری مقابلے کے عنوان سے پشاور، مردان، کراچی، ملتان، فیصل آباد، ڈی جی خان، سکھر میں اجتماعات منعقد ہوئے، جن میں مقابلوں میں شریک خطباء کی تعداد ایک سو تریسٹھ اور شرکاء کی تعداد دو ہزار آٹھ سو چالیس تھی۔ الحمدللہ

شعبہ دعوت (صوبہ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ ضلع لاہور)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانفرنس کا انعقاد ہوا۔غزوہ تبوک کی روشنی میں جامع بیان ہوا۔جماعتی شعبہ جات بالخصوص شعبہ مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تعارف پیش کیا گیا۔الحمدللہ پروگرام کا منظر دیدنی تھا، پنڈال کو جہادی و فلسطینی پرچموں سے رونق بخشی گئی، لوگ قافلوں کی شکل میں جوش و جذبے سے شریک ہوئے۔ شرکاء کی تعداد کا اندازہ تقریباً بائیس سو تک لگایا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

۱ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: افضل ترین ذکر لا الہ الا اللہ اور افضل ترین دعاء الحمد للہ ہے۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

ترمذی، رقم ۳۳۸۳

۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ کی دعاؤں میں سے کوئی دعاء اس سے افضل نہیں:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْمُعَافَاةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

ترجمہ یا اللہ! میں آپ سے دنیا و آخرت میں سلامتی کا سوال کرتا ہوں۔

ابن ماجہ رقم ۳۸۵۱

۳ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ خوب اچھی دعاء کرنا چاہتے ہو؟ پس کہو:

اَللّٰهُمَّ أَعِنَّا عَلٰى شُكْرِكَ وَذِكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

ترجمہ یا اللہ! میری مدد فرمائیے کہ میں آپ کا شکر ادا کروں، آپ کا ذکر کروں اور آپ کی خوب اچھی عبادت کروں۔

احمد رقم ۲/۲۹۹

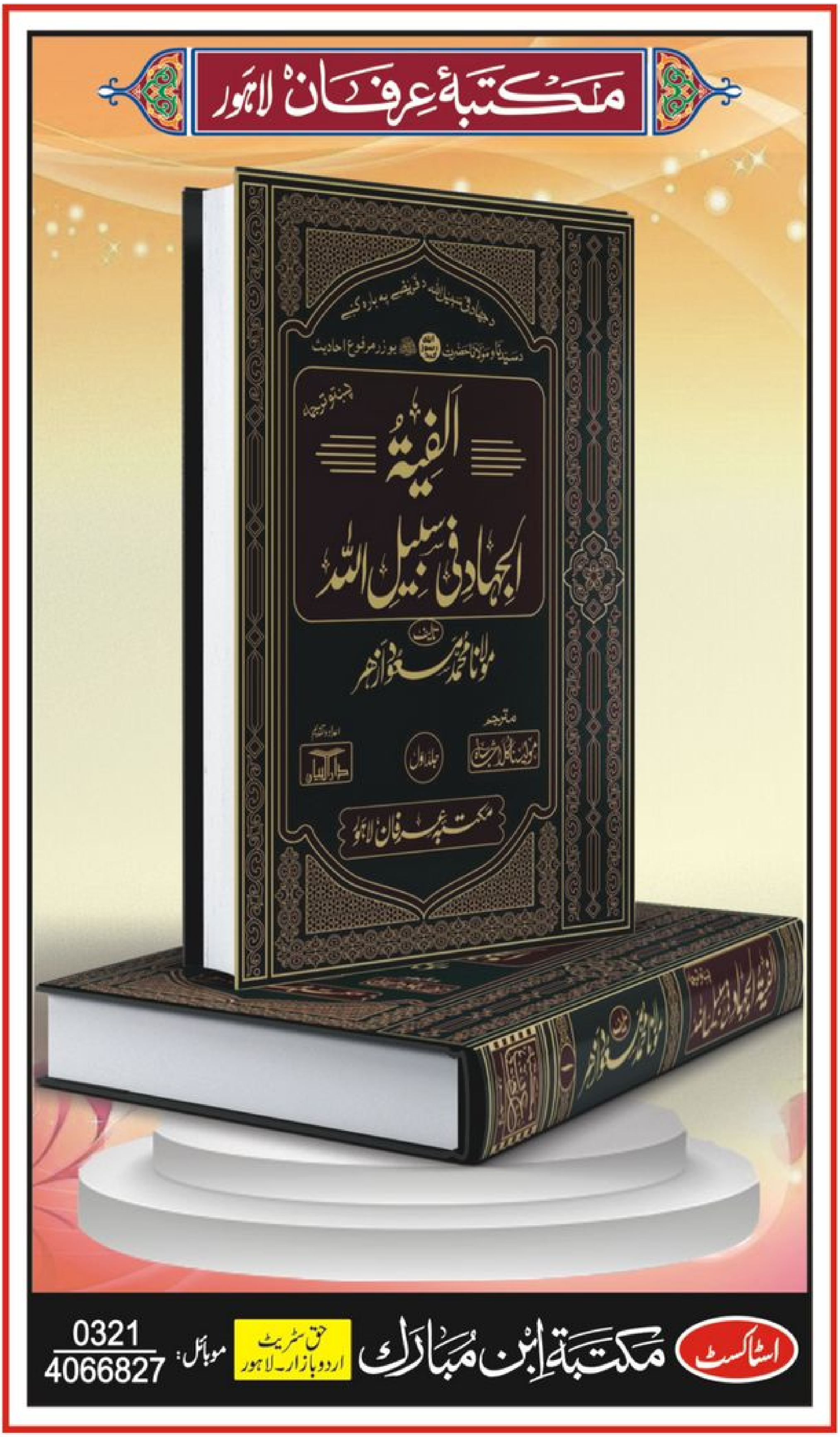
مکتبۂ عرفان لاہور
الفیۃ
الجہاد فی سبیل اللہ
مولانا محمد مسعود ازہر
اسٹاکسٹ
مکتبۃ ابن مبارک
حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور
موبائل:
0321
4066827